وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا

ماہنامہ

# عالمی ترجمان القرآن

بیاد : سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

جولائی ۲۰۱۳ء

مدیر : پروفیسر خورشید احمد

البلاغ ٹرسٹ

ماہنامہ عالمی

# ترجمان القرآن

جلد ۳، عدد ۷، رمضان ۱۴۳۴ھ، جولائی ۲۰۱۳ء

مدیر: پروفیسر خورشید احمد　　　نائب مدیر: مسلم سجاد



---


❂ ادارتی امور: منصورہ، ملتان روڈ، لاہور - ۵۴۷۹۰ فون: ۳۵۴۲۵۳۵۶-۰۴۲ فیکس: ۳۵۴۳۲۱۹۴ - tarjumanq@gmail.com

❂ انتظامی امور: ۳۳- زینب پارک، نزد منصورہ، لاہور-۵۴۷۹۰- فون: ۳۵۴۲۷۹۱۶-۰۴۲- فیکس: ۳۵۴۲۷۹۱۵

موبائل: ۴۱۱۲۷۰۰-۰۳۰۷　ای میل: tarjuman@tarjumanulquran.org　ویب: www.tarjumanulquran.org

● قیمت فی شمارہ: ۳۵ روپے ● زرسالانہ: ۳۵۰ روپے ● ۵ سال کے لیے: ۱۵۰۰ روپے ● معاون خصوصی: ۶۰۰۰ روپے

● بنگلہ دیش، بھارت ۱۴۰۰ روپے ● ایران، مشرق وسطیٰ، مشرق بعید، یورپ، افریقہ ۱۸۰۰ روپے ● امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا ۲۱۰۰ روپے

بنک اکاؤنٹ: بنام عالمی ترجمان القرآن، BOP, Ichhra, Br. Code 093, Lahore A/c 800-792-000-0

زیر اہتمام: الابلاغ ٹرسٹ

# مادیت کا طوفان

اہلِ کلیسا کے ان لرزہ خیز مظالم اور چیرہ دستیوں نے پورے یورپ میں ایک ہلچل مچا دی۔ ان لوگوں کو چھوڑ کر جن کے مفادات کلیسا سے وابستہ تھے، سب کے سب کلیسا سے نفرت کرنے لگے اور نفرت و عداوت کے اس جوش میں بدقسمتی سے انھوں نے مذہب کے پورے نظام کو تہ و بالا کر دینے کا تہیہ کرلیا.... ۔ چنانچہ غصّے میں آ کر وہ ہدایتِ الٰہی کے باغی ہوگئے ۔ گویا اہلِ کلیسا کی حماقت کی وجہ سے پندرھویں اور سولھویں صدیوں میں ایک ایسی جذباتی کش مکش شروع ہوئی، جس میں چڑ اور ضد سے بہک کر 'تبدیلی' کے جذبات خالص الحاد کے راستے پر پڑ گئے۔ اور اس طویل کش مکش کے بعد مغرب میں تہذیب الحاد (Secular) کا دور دورہ شروع ہوا۔ اس تحریک کے علَم برداروں نے کائنات کی بدیہی شہادتوں کے باوجود زندگی کی ساری عمارت کو اس بنیاد پر کھڑا کیا کہ دنیا میں جو کچھ ہے، وہ صرف مادہ ہے۔ نمو، حرکتِ ارادی، احساس، شعور اور فکر سب اسی ترقی یافتہ مادہ کے خواص ہیں۔ حیوان اور انسان سب کے سب مشینیں ہیں جو طبعی قوانین کے تحت چل رہی ہیں۔ ان مشینوں کے پُرزے جس طور سے ترتیب پائے ہیں، اسی قسم کے افعال ان سے صادر ہوتے ہیں۔ ان میں کوئی اختیار اور کوئی ارادہ نہیں۔

تہذیبِ جدید کے معماروں نے اسی فلسفے کو سامنے رکھ کر اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کی عمارت تعمیر کی۔ ہر تحریک جس کا آغاز اس مفروضے پر کیا گیا کہ کوئی خدا نہیں، کوئی الہامی ہدایت نہیں، کوئی واجب الاطاعت نظامِ اخلاق نہیں، کوئی حشر نہیں اور کوئی جواب دہی نہیں، ترقی پسند تحریک کہلائی۔ اس طرح یورپ کا رُخ ایک مکمل اور وسیع مادیت کی طرف پھر گیا۔ خیالات، نقطۂ نظر، نفسیات و ذہنیت، اخلاق و اجتماع، علم و ادب، حکومت و سیاست، غرض زندگی کے تمام شعبوں میں الحاد اس پر پوری طرح غالب آ گیا۔ اگرچہ یہ سب کچھ تدریجی طور پر ہوا اور ابتدا میں تو اس کی رفتار بہت سُست تھی لیکن آہستہ آہستہ اس طوفان نے سارے یورپ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

('انسانیت کی تعمیرِ نو اور اسلام'، عبدالحمید ایم اے، ترجمان القرآن، جلد۴۰، عدد۴-۵، شوال، ذیقعد۱۳۷۲ھ، جولائی، اگست ۱۹۵۳ء، ص۸۴-۸۵)

---

# مرکزی بجٹ ۲۰۱۳ء — مایوس کن آغاز

پروفیسر خورشید احمد

انتخابی نظام کی تمام خامیوں اور کوتاہیوں اور انتخابی عمل میں رُونما ہونے والی تمام بدعنوانیوں کے باوجود، قوم نے بحیثیت مجموعی ۱۱ مئی ۲۰۱۳ء کے قومی اور صوبائی انتخابات کے ذریعے کم از کم تین پیغام بڑے صاف انداز میں ملکی قیادت اور متعلقہ عالمی قوتوں کو دیے ہیں:

اوّل: گذشتہ پانچ برسوں میں جو افراد اور جماعتیں برسرِ اقتدار رہیں انھوں نے ملک کی آزادی، سالمیت اور نظریاتی تشخص ہی کو مجروح نہیں کیا ملک کی معیشت کو بھی تباہ و برباد کر دیا اور ذاتی مفاد کی قربان گاہ پر قومی مفاد کو بے دردی سے بھینٹ چڑھایا، بدعنوانی اور کرپشن کا طوفان برپا کیا، عوام کے جان و مال اور آبرو کو بڑے پیمانے پر پامال کیا اور اس طرح اس اعتماد کو پارہ پارہ کر دیا جو عوام نے ان پر کیا تھا۔ حکمرانی کی اس ناکامی کی وجہ سے قوم نے اس قیادت کو رد کر دیا اور متبادل سیاسی قوتوں کو حالات کو سنبھالنے کا موقع دیا۔ برسرِ اقتدار آنے والے لوگوں کا اصل امتحان اس میں ہے کہ وہ ملک کو ان دگرگوں حالات سے کیسے نکالتے ہیں، محض ماضی کا نوحہ کرنے سے کوئی خیر رُونما نہیں ہوسکتا۔

دوم: عوام تبدیلی چاہتے ہیں اور یہ تبدیلی محض جزوی اور نمایشی نہیں بلکہ حقیقی اور ہمہ جہتی ہونی چاہیے۔ انھوں نے لبرل سیکولر قوتوں کو رد کر دیا ہے اور ان قوتوں کو ذمہ داری سونپی ہے جو آزاد خارجہ پالیسی، دہشت گردی سے نجات، معاشی ترقی، تعلیم اور صحت کے باب میں بہتر سہولتوں کی فراہمی، توانائی کے بحران کی دلدل سے ملک کو نکالنے اور معاشی اور سماجی خوش حالی اور سیاسی استحکام اور قانون کی حکمرانی کی منزل کی طرف قوم کو رواں دواں کرسکیں۔

سوم: عوام نے ملک کو معلّق پارلیمنٹ کی آزمایش میں نہیں ڈالا۔ نہ تو کسی پارٹی کو ایسی اکثریت فراہم کی جس کے بل بوتے پر اسے من مانی کرنے کا موقع مل جائے اور نہ ایسی بے بسی کی حالت والا اقتدار ہی دیا کہ دوسری چھوٹی چھوٹی جماعتوں کی تائید کی ایسی محتاج ہو کہ ان کے ہاتھوں بلیک میل ہو، اور ان کے مفادات کے تحفظ پر مجبُور ہو۔

عوام کے اس پیغام کا تقاضا تھا کہ وفاقی حکومت اپنا بجٹ ایسا بنائے جو عوام کی توقعات اور ضروریات پر پورا اُترتا ہو اور ملک کی ترقی اور استحکام کے باب میں ایک واضح وژن، مناسب پالیسیاں اور ایسا نقشۂ کار (روڈ میپ) فراہم کرے جس سے تبدیلی کا سفر مؤثر ہو اور اس حالت میں شروع ہو کہ سب کو نظر آئے۔ عوام کسی معجزے کے طالب نہیں لیکن وہ یہ توقع ضرور رکھتے ہیں کہ تبدیلی کا صاف شفاف راستہ اختیار کیا جائے اور خوش نما الفاظ اور سیاسی شعبدہ گری سے مکمل طور پر گریز کرتے ہوئے حقیقت پسندانہ انداز میں نئے سفر کا آغاز کیا جائے اور اس طرح کیا جائے کہ عوام اس کے عملی اثرات دیکھ سکیں۔ بلاشبہہ یہ قیادت کے لیے بڑی آزمایش ہے لیکن وقت کا یہی تقاضا ہے اور اسی میزان پر حکومت کے بجٹ، اس کی پالیسیوں اور اس کے عملی اقدامات کو تولا اور پرکھا جائے گا۔

## قوم کی توقعات اور بجٹ

۱۲ جون ۲۰۱۳ء کو پیش کیے جانے والے بجٹ کا اگر معروضی جائزہ لیا جائے تو اس اعتراف کے باوجود کہ نئی حکومت کو ورثے میں جو معیشت اور سوسائٹی ملی، وہ بڑے بُرے حال میں تھی اور عالمی سطح پر بھی ملک کی ساکھ بُری طرح متاثر تھی، وفاقی حکومت پاکستان کی تاریخ میں عوام کی خواہشات کے مطابق نیا باب کھولنے میں کامیاب نہیں ہوسکی۔ بجٹ بحیثیت مجموعی مایوس کن اور اس تبدیلی کے آغاز کا سامان کرنے میں ناکام رہا ہے جس کے عوام خواہش مند ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ انتخابی نتائج کی روشنی میں انتقالِ اقتدار اور نئے سال کے لیے بجٹ پیش کرنے کے لیے جو وقت وزیرخزانہ کو ملا وہ بہت کم تھا اور انھیں عبوری دور کی ٹیم کے کیے ہوئے ہوم ورک ہی کی بنیاد پر رواں سال کا بجٹ پیش کرنا پڑا۔ مسلم لیگ (ن) کی معاشی ٹیم نے تو انتخاب سے قبل محنت اور تیاری کر لی تھی۔ اس کا مظہر وہ مفصل منشور ہے جو انھوں نے انتخاب سے کئی مہینے قبل قوم کے سامنے پیش کر دیا تھا۔ اب جو مینڈیٹ حکمران جماعت کو حاصل ہوا ہے وہ اسی منشور کی بنیاد پر حاصل ہوا ہے۔ نیز یہ بھی

عام تاثر ہے کہ مسلم لیگ (ن) کے پاس زیادہ لائق اور تجربہ کار ٹیم موجود ہے اور اس سے بجا طور پر یہ توقع کی جاتی تھی کہ وہ وقت کی ضرورتوں کے مطابق اور اس کے اپنے منشور میں رکھے گئے پروگرام کی روشنی میں ایک ایسا بجٹ پیش کرے گی جو قوم کو نئی اُمید دلا سکے، جو عوام کو ان کی مشکلات کی دلدل سے نکالنے کا ذریعہ بن سکے اور جسے وہ نہ صرف خوش دلی کے ساتھ قبول کریں بلکہ اس پر عمل کے لیے بھی کمربستہ ہو جائیں۔ ہم کسی جماعتی تعصب کی بناپر یہ بات نہیں کہہ رہے ہیں، ملک اور ملک کے باہر بیش تر نقاد اس احساس کا برملا اظہار کر رہے ہیں کہ وفاقی حکومت عوام کی توقعات کے مطابق حالات کے چیلنج کا مؤثر جواب دینے والا بجٹ پیش نہیں کرسکی۔ اس کے برعکس صوبہ خیبر پختونخوا کی نئی حکومت اپنی تمام تر ناتجربہ کاری اور صوبے میں ہونے والی جنگ و دہشت گردی اور سابقہ حکومت کی نااہلی، بدعنوانی اور بُری حکمرانی کے نتیجے میں رُونما ہونے والی زیادہ گمبھیر صورت حال کے باوجود ایک نسبتاً بہتر اور عوام دوست بجٹ پیش کرنے میں کامیاب ہوگئی۔ مرکزی وزیر خزانہ ایک اچھے انسان، ایک لائق ماہر حسابیات اور ایک تجربہ کار مالی منتظم ہیں اور اپنی جماعت میں بھی ان کا ایک اہم مقام ہے۔ وقت کی کمی کے باوجود ان سے ایک بہتر بجٹ کی توقع تھی جو بدقسمتی سے پوری نہیں ہوئی۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ پیپلز پارٹی اور اس کے اتحادیوں کی پانچ سالہ وفاقی حکومت پاکستان کی تاریخ کی ناکام ترین حکومت تھی۔ ۱۹۴۷ء سے ۲۰۰۷ء تک پاکستان کی معیشت کی سالانہ اوسط رفتار ترقی (growth rate) ۵ فی صد سے کچھ زیادہ رہی ہے لیکن پیپلز پارٹی کے اس دور میں اوسط رفتار ترقی ۳ فی صد رہی ہے جو سب سے کم ہے۔ غربت کی شرح ان پانچ برسوں میں آبادی کے ۲۹ فی صد سے بڑھ کر ۴۹ فی صد تک پہنچ گئی اور جو افراد خوراک کے بارے میں عدم تحفظ کا شکار ہیں، ان کی تعداد ۵۸ فی صد تک پہنچ گئی۔ ملک کی درآمدات اور برآمدات اور ادائیگیوں کا عدم توازن دونوں کا خسارہ آسمان سے باتیں کرنے لگا اور اس طرح بجٹ کا خسارہ ۱۳-۲۰۱۲ء میں ۲۰۰۰ ارب روپے تک پہنچ گیا جس کا پیٹ بھرنے کے لیے اندھا دھند قرضے لیے گئے۔ ۱۹۴۷ء سے ۲۰۰۷ء تک ۶۰ برسوں میں ملک پر اندرونی اور بیرونی قرضوں کا کُل بوجھ ۶۰۰۰ ارب روپے تھا جو ان پانچ برسوں میں بڑھ کر ۱۴۰۰۰ ارب روپے سے تجاوز کر گیا ہے۔ 'دہشت گردی کے خلاف امریکی جنگ' میں پاکستان کی شرکت کے نتیجے میں ۵۰ ہزار افراد کی ہلاکت ہوئی، اتنی ہی تعداد میں لوگ زخمی ہوئے

اور ۳۰ لاکھ سے زیادہ افراد بے گھر ہوئے اور ساتھ ہی ملک کی معیشت کو بھی ۱۰۰ارارب ڈالر، یعنی ۱۰ ہزار ارارب روپے سے بھی زیادہ کا نقصان ہوا۔

ان حالات میں نیا بجٹ بنانا آسان نہیں تھا۔ ایسے ہی حالات میں قیادت کا اصل امتحان ہوتا ہے کہ وہ کس طرح گرداب سے نکلنے کا راستہ قوم کو دکھاتی ہے اور ایک قابلِ عمل پروگرام کی شکل میں نئے سفر کا آغاز کرتی ہے۔ وفاقی حکومت اور اس کی معاشی ٹیم اس بازی کو سر کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکی۔ بجٹ کا فریم ورک وہی پرانا فریم ورک ہے اور جس نئے فریم ورک اور مثالیے (paradigm) کی ضرورت تھی اس کی کوئی جھلک اس میں نظر نہیں آتی۔ بلاشبہہ چند اچھے اقدام بھی اس میں تجویز کیے گئے ہیں اور ان کا کریڈٹ وزیرخزانہ اور ان کی ٹیم کو دیا جانا چاہیے۔ ان کی مشکلات اور وقت کی قلّت کا اعتراف بھی ضروری ہے لیکن ان مثبت پہلوؤں کے اعتراف کے ساتھ اس امر کا اظہار اور اِدراک بھی ضروری ہے کہ بجٹ معیشت کو ایک نیا رُخ دینے میں کامیاب نہیں ہوسکا۔ معیشت کو دلدل سے نکالنے کے لیے جن اقدامات کی ضرورت تھی، ان سے پہلوتہی کی گئی ہے۔ مسلم لیگ (ن) کے منشور میں جو خطوطِ کار پیش کیے گئے تھے، بجٹ ان کا احاطہ نہیں کرسکا ہے اور سب سے بڑھ کر معیشت کو چھلانگ لگا کر آغاز (jump start) کرنے کے لیے جن چیزوں کی ضرورت تھی، کرپشن اور وسائل کے ضیاع کو روکنے کے لیے اور ٹیکس چوری کی وبا سے نجات کے لیے جس نوعیت کی حکمت عملی اور کارفرمائی درکار تھی، اس کا کوئی سراغ بجٹ میں نہیں ہے۔ مہنگائی کو قابو میں کرنے، پیداوار اور روزگار کو بڑھانے، غربت کو ختم نہیں تو بڑی حد تک کم کرنے کے لیے جو اقدام ضروری تھے اور جن میں سے کچھ کا ذکر مسلم لیگ کے منشور میں موجود تھا، ان کی طرف پیش قدمی کی کوئی سبیل اس میں نظر نہیں آئی بلکہ ہر وہ اقدام کیا گیا ہے جس سے مہنگائی میں اضافہ ہو۔ خسارہ اور قرضوں کے کم ہونے کا کوئی امکان دُور دُور تک نظر نہیں آرہا۔

## معاشی خودانحصاری کے دعوے کی حقیقت

ہم اس سلسلے میں بجٹ کے چند اہم پہلوؤں کا جائزہ لینا چاہتے ہیں۔ بجٹ کا ایک اُمیدافزا پہلو یہ ہے کہ معیشت کے بارے میں حکومت کے وژن کو چھے نکات کی شکل میں پیش کیا گیا ہے جو ایک خوش آیند کوشش ہے۔ اس طرح سے یہ ایک کسوٹی بھی بن جاتی ہے جس پر پورے

بجٹ کو پرکھا جاسکتا ہے۔ اس میں پہلا نکتہ پاکستان کی خودمختاری کا حصول اور تحفظ اور محکومی اور مانگے کی معیشت سے نجات ہے۔ لیکن پورے بجٹ میں حقیقی خودانحصاری کے حصول کے لیے کوئی مؤثر پالیسی اور نقشۂ کار موجود نہیں۔ یہ بجٹ ۱۵۰۰/ارب روپے سے زیادہ خسارے کا بجٹ ہے، اور یہ بھی اس وقت جب ایف بی آر ۲ہزار۵سو ۹۸ ارب روپے کے ٹیکس محصولات وصول کرے اور امریکا کولیشن سپورٹ فنڈ، نج کاری، جی-۳ کی فروخت اور کے ای ایس سی کی فروخت کے سلسلے کی پھنسی ہوئی رقوم مل جائیں۔ یہ سب محکومی کی زنجیریں ہیں، خودانحصاری کا راستہ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ماہرین معاشیات کی ایک تعداد نے اس بجٹ کو دیکھتے ہی کہہ دیا تھا کہ اس میں آئی ایم ایف سے قرض لینے کے لیے زمین ہموار کی گئی ہے اور ان میں سے بیش تر چیزیں اپنے کارنامے کے طور پر شامل کر لی گئی ہیں جو دراصل آئی ایم ایف کے مطالبات تھے۔ خصوصیت سے بجٹ کے خسارے میں قومی پیداوار کے ۵ء۲ فی صد کی کمی کا دعویٰ اور جنرل سیلز ٹیکس اور دوسرے ٹیکسوں میں اضافہ جن کے نتیجے میں مہنگائی میں اور بھی اضافہ ہوگا اور بجٹ کے اعلان کے فوراً بعد یہ عمل شروع ہوگیا۔ اس نوعیت کی معاشی پالیسیوں کی موجودگی میں خودانحصاری ایک خواب بلکہ سراب سے زیادہ نہیں۔

دوسرا، تیسرا اور پانچواں نکتہ نجی سرمایہ کاری اور معیشت میں حکومت کے کردار کے بارے میں ہے اور اس کا پورا جھکاؤ سرمایہ دارانہ نظام اور لبرل معیشت کی طرف ہے۔ یہ تجربہ ہمارے اپنے ملک میں اور ترقی پذیر دنیا کے بیش تر ممالک میں ناکام رہا ہے۔ نجی ملکیت اور کاروباری معیشت کے جان دار مثبت پہلو ہیں لیکن متوازن معاشی ترقی اور عوام الناس کی خوش حالی کے دوگونہ مقاصد کو بیک وقت حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ جہاں نجی سرمایہ کاری کو ضروری مواقع فراہم کیے جائیں، وہیں ریاست کا بھی ایک مثبت اور مؤثر کردار ہو جو قومی مفادات اور عوام کے حقوق کے تحفظ اور انصاف اور معاشرتی عدل کے حصول کے لیے ضروری ہے۔ حکومت کی شرکت کو سیاسی دراندازی سے محفوظ رکھنا ضروری ہے مگر ریاست کے مثبت کردار کے بغیر غربت کا خاتمہ، روزگار کی فراہمی، اجتماعی عدل کا حصول اور معاشی ناہمواریوں سے نجات اور علاقائی عدم مساوات کا تدارک ممکن نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نجی سرمایہ کاری تو مطلوب ہے مگر سرمایہ دارانہ فریم ورک میں نہیں بلکہ اسلامی فلاحی ریاست کے فریم ورک میں۔ بدقسمتی سے اس کی کوئی جھلک بجٹ میں دیے گئے وژن

میں نظر نہیں آتی بلکہ چوتھے نکتے میں تو کھل کر بات کہہ دی گئی ہے کہ ریاست عوام کی جو خدمات انجام دیتی ہے، اسے حق ہے کہ ان کی لاگت وصول کرے۔ یہ خالص سرمایہ دارانہ ذہنیت ہے، ورنہ ریاست کا تو تصور ہی یہ ہے کہ وہ عوام سے ٹیکس وصول کرتی ہے لیکن امن و امان کے قیام، دفاعِ وطن، عوام کو سہولت فراہم کرنے کی ذمہ داری ادا کرنے کے لیے۔ ''ٹیکس کے ساتھ خدمات کا معاوضہ بھی وہ وصول کرے'' یہ ریاست کے بنیادی تصور اور خاص طور پر اسلام کے تصورِ حکمرانی سے کوئی مطابقت نہیں رکھتا۔

## اسلام کے تصورِ معاشی عدل کی نفی

بلاشبہہ وژن کے آخری نکتے میں آبادی کے کمزور اور غریب طبقات کی دادرسی کی بات کی گئی ہے لیکن یہ اس وژن کا مرکزی تصور نہیں، ایک ضمیمہ ہے اور وہ بھی بڑا کمزور اور خام۔

ہم بڑے دکھ سے یہ بات کہنے پر مجبُور ہو رہے ہیں کہ بجٹ کی اس تقریر میں اگر کسی چیز کا ذکر نہیں تو وہ اسلام اور اس کے دیے ہوئے معاشی عدل اور خدمتِ خلق کے نظام کا ہے۔ مسلم لیگ کے منشور میں اسلام کے ذکر کے علاوہ، قرآن پاک کی دو آیات اور دو احادیث نبویؐ سے استشہاد کیا گیا ہے۔ جناب اسحاق ڈار نے سینیٹ میں حزبِ اختلاف کی طرف سے بجٹ پر بحث کا آغاز کرتے ہوئے ۴ جون ۲۰۱۲ء کو اپنی تقریر میں کہا تھا: ملک کی اوّلین ترجیح غربت کا خاتمہ ہونا چاہیے اور غربت کی لکیر کو بھی ایک نہیں، دو سے ڈھائی ڈالر ہونا چاہیے، اس لیے کہ دنیا کے بدلتے ہوئے حالات اور مہنگائی کی صورت حال کی روشنی میں خطِ غربت کے بارے میں نئی سوچ رُونما ہو رہی ہے۔ اس کے ساتھ انھوں نے اپنی اسلامی روایت کا مؤثر انداز میں یوں اظہار کیا:

> اس پر نظرثانی کی ضرورت ہے۔ اب وہاں دو سے اڑھائی ڈالر کی بات ہو رہی ہے۔ آج سے چار سال پہلے بات کی تو یہاں کالم بھی لکھے گئے۔ اس کو عالمی سطح پر acknowledge [تسلیم] کیا گیا ہے۔ آپ کو یہ سن کر تکلیف ہوگی کہ اگر two dollar a day والی آبادی [یومیہ دو ڈالر] پاکستان کو focus [مرتکز] کیا جائے تو آج تقریباً ۷۳ یا ۷۴ فی صد آبادی کی یہ آمدن ہے۔ وہ poverty line [خطِ غربت] سے نیچے رہ رہے ہیں، یعنی وہ تقریباً ماہانہ چھے ہزار روپے سے کم پر گزارا کر رہے ہیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ بحیثیت مسلمان بھی ہماری یہ ذمہ داری ہے۔ ہمارے اُوپر ایک بہت بڑی مذہبی ذمہ داری ہے through Quran and Hadiths [قرآن و حدیث کی رُو سے] کہ اس issue [مسئلے] کو ہم tackle کریں [نبٹیں]۔ زکوٰۃ اور عشر کا concept [تصور] یہی ہے۔ ایک وقت آیا کہ کوئی لینے والا نہیں تھا۔ مدینہ منورہ کی poverty [غربت] غائب ہو چکی تھی اور انھوں نے اسلامی مملکت کو consistently [مستقل طور پر] ایمان داری اور شفاف پالیسی کے ساتھ چلایا۔

اسی طرح سینیٹ نے ۲۰۰۹ء سے ۲۰۱۲ء تک جو سفارشات دی ہیں اور ان میں راقم الحروف اور جناب اسحاق ڈار اور مسلم لیگ، جماعت اسلامی اور دوسری جماعتوں کے نمایندے یک زبان تھے کہ ملک میں اسلامی نظامِ بنکاری اور مالیات کو فروغ دینا چاہیے اور ربٰو کو اس کی ہر شکل میں ختم کرنا چاہیے۔ ہر سال ہم نے متفقہ طور پر یہ سفارش دی کہ:

سینیٹ قومی اسمبلی سے سفارش کرتی ہے کہ اسٹیٹ بنک اسلامی بنکاری اور مالیات کی ترویج کے لیے اپنی کوششوں کو تیز کرے تاکہ دستور کی دفعہ ۳۸-الف میں درج معاشی استحصال اور ربٰو کا خاتمہ کیا جاسکے۔

## ٹیکسوں میں ظالمانہ اضافہ

ہماری مشترکہ تحریک کے ذریعے سینیٹ نے درج ذیل مطالبات بھی ہر سال کیے۔ کم از کم جنرل سیلز ٹیکس کے بارے میں تو ایک سال حکومت کو مجوزہ اضافے کو واپس لینے پر مجبور کردیا۔ واضح رہے کہ ۲۰۰۹ء سے پہلے جنرل سیلز ٹیکس ۱۵ فی صد تھا جسے ۱۶ فی صد کیا گیا اور سینیٹ نے ہمیشہ اس کی مخالفت کی (ڈار صاحب اس میں ہمارے ساتھ تھے)۔ پھر ۲۰۱۰ء میں آئی ایم ایف کے اصرار پر اسے بڑھا کر ۱۷ فی صد کیا گیا لیکن ہماری، قومی اسمبلی اور عوام کی مخالفت کے باعث اس اضافے کو واپس لیا گیا۔ ستم ظریفی ہے کہ آج خود جناب اسحاق ڈار کے ہاتھوں وہی رد شدہ اضافہ قوم پر مسلط کیا جارہا ہے۔ سینیٹ کی متفقہ قرارداد ملاحظہ ہو:

قومی اسمبلی میں زیرغور RGST بل کی منظوری کے بعد سیلز ٹیکس کم کر کے ۱۵ فی صد کردیا جائے گا۔

سینیٹ نے ہماری مشترکہ کوششوں سے یہ بھی سفارش کی کہ بنکوں اور انشورنس کمپنیوں کے منافع پر کارپوریٹ ٹیکس بڑھایا جائے اور اسے ۳۵ فی صد سے بڑھا کر ۴۰ فی صد کیا جائے، مگر اب وزیرخزانہ صاحب نے تمام کارپوریٹ سیکٹر کے ٹیکس کو ۳۵ فی صد سے کم کر کے ۳۴ فی صد کر دیا ہے اور وعدہ کیا گیا ہے کہ پانچ سالوں میں اسے برابر کم کر کے ۳۰ فی صد کر دیا جائے گا۔ گویا سیلزٹیکس کے ذریعے تمام باشندوں خاص طور پر غریبوں کے لیے، جن پر ٹیکس کا بوجھ امیروں سے زیادہ پڑتا ہے، زیادہ ٹیکس ادا کرنے اور نتیجے میں افلاس کے بڑھنے اور مہنگائی میں اضافے کا سامان کیا جائے اور امیروں کو ٹیکس پر چھوٹ دی جائے۔ سینیٹ کی متفقہ قرارداد ملاحظہ ہو:

سفارش: کمیٹی نے سینیٹ کو سفارش کی بنکاری سیکٹر پر انکم/کارپوریٹ ٹیکس بڑھا کر ۴۰ فی صد کر دیا جائے۔

سینیٹ نے ہماری مشترکہ مساعی کے نتیجے میں صرف بنکنگ سیکٹر پر ہی ٹیکس بڑھانے کی بات نہیں کی، ہم نے یہ بھی تجویز دی کہ مالیاتی سیکٹر کو آمادہ کیا جائے کہ اپنے منافع کا کم از کم ۵ فی صد تعلیم، صحت اور سپورٹس کے فروغ کے لیے وقف کرے۔

موجودہ بجٹ میں بلاشبہہ کچھ خوش گوار پہلو بھی ہیں۔ VVIP کلچر کو ختم کرنے کے جو اقدام کیے گئے ہیں، وزیراعظم سیکرٹریٹ اور وزیراعظم ہاؤس کے اخراجات میں جو کمی کی گئی ہے، وزارتوں کی تعداد میں جس کمی کی بات کی جارہی ہے، صوابدیدی اختیارات کو جس حد تک ختم یا کم کیا گیا ہے، تعلیم کے لیے جو بھی وسائل دیے گئے ہیں، نوجوانوں کی تربیت اور روزگار کی فراہمی کے باب میں جو بھی پروگرام ہیں، ہم ان کا خیرمقدم کرتے ہیں۔ لیکن ہم اس سے کیسے صرفِ نظر کرسکتے ہیں کہ کئی درجن نئے ٹیکس لگائے گئے ہیں اور ان میں سے بیش تر ایسے ہیں جن کی زد عوام پر پڑتی ہے، جن کے نتیجے میں مہنگائی بڑھے گی، پیداوار کی لاگت میں اضافہ ہوگا اور عوام کے لیے مشکلات دوچند ہوجائیں گی، حالانکہ مسلم لیگ نے اپنے منشور میں جو وعدے کیے تھے وہ اس سے بہت مختلف تھے۔ منشور میں عوام کو یقین دلایا گیا تھا کہ:

۱- تمام آمدنیوں پر منصفانہ ٹیکس لگا کر زیادہ آمدنی حاصل کی جائے گی اور بالواسطہ ٹیکس (indirect tax) پر انحصار کم سے کم کیا جائے گا (ص ۲۰)

۲- ٹیکس کی شرحوں میں اضافہ نہیں کیا جائے گا۔ جب ٹیکس کا اصلاحاتی پروگرام پوری طرح سے نافذ ہوجائے گا تو کچھ عرصے کے بعد ٹیکس کی شرحیں کم کردی جائیں گی (ص ۲۱)

۳- پُرتعیش اور غیر ضروری اشیا کی درآمد کی حوصلہ شکنی کے لیے ان پر بھاری ڈیوٹی عائد کی جائے گی۔ (ص ۲۱)

۴- برآمدات پر ٹیکس معاف کر دیا جائے گا۔

ایک طرف عوام کو جنرل سیلز ٹیکس میں اضافے اور withholding tax کی شکل میں مختلف تجارتی اور صنعتی دائروں پر ٹیکس کا سامنا ہے جس سے مہنگائی کا طوفان اُٹھ کھڑا ہوا ہے۔ ان کا نفاذ مسلم لیگ کے منشور اور سینیٹ میں ہمارے مشترکہ موقف کی کھلی خلاف ورزی ہے، تو دوسری طرف ٹیکس کی بنیاد کو وسیع کرنے، ٹیکس چوری کے تباہ کن کاروبار کو بند کرنے اور ان متمول طبقات کے بارے میں جن کے لیے منشور میں کہا گیا ہے کہ سب سے ٹیکس وصول کیا جائے گا، کوئی اقدام نہیں کیا گیا۔ ایف بی آر کی سرکاری رپورٹ کے مطابق Tax Gap، یعنی جو ٹیکس واجب ہے اور جو ملتا ہے ۵۰ فی صد ہے، یعنی جو ٹیکس جمع ہوا ہے وہ اگر ۲۰۰۰ ارب روپے ہے تو وہ جو واجب ہے مگر نہیں ملا، یعنی ٹیکس چوری ۱۰۰۰ ارب روپے کی ہے۔ اس کے برعکس ورلڈ بنک کا تخمینہ یہ ہے کہ یہ گیپ ۵۰ فی صد نہیں، ۷۰ فی صد سے زیادہ ہے۔ دوسرے الفاظ میں ۱۳-۲۰۱۲ء کے اعداد و شمار کی روشنی میں جو رقم کسی نئے ٹیکس کے لگائے بغیر صرف اس گیپ کو پُر کرنے سے حاصل ہوسکتی ہے وہ تقریباً ۱۵۰۰ ارب روپے ہوگی۔ اسے وصول کرنے کی تو کوئی فکر نہیں لیکن ۶۲ ارب کے لیے ایک فی صد سیلز ٹیکس لگا کر ۱۸ کروڑ انسانوں کی کمر توڑنے میں کوئی باک نہیں، اور صرف ۳ ارب روپے کے لیے تعلیم پر ایک نہیں تین ٹیکس ایک ہی سانس میں لگا دیے گئے ہیں۔

بلاشبہہ جو لوگ ٹیکس چوری کر رہے ہیں، ان کی گرفت ضروری ہے۔ لیکن اس کے لیے ایک ایسا طریقۂ کار اختیار کرنا جو انسانوں کو نجی زندگی کے تحفظ کے حق سے محروم کرے اور بدعنوانیوں کے لیے دروازہ چوپٹ کھول دے بہت ہی خطرناک ہے۔ یہ نجی زندگی کے تحفظ کے اسلامی آداب کے بھی خلاف ہے۔ اس بجٹ میں فیڈرل بورڈ آف ریونیو (FBR) کو اختیار دیا جارہا ہے کہ ہر وہ شخص جس کے بنک میں ۱۰ لاکھ روپے سے زیادہ ہوں، یا جس نے اپنے کریڈٹ

کارڈ پر ایک لاکھ روپے تک کی خریداری کی ہو، ان تک ایف بی آر کو بلاواسطہ رسائی حاصل ہوگی۔ یہ نہایت خطرناک تجویز ہے اور اس کے نتیجے میں ایف بی آر کو وہ اختیارات حاصل ہوں گے جو حقوق کی پامالی ہی نہیں ملکی معیشت کی بربادی کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں documentation (تحریری شواہد) میں کمی ہوگی اور cash economy (نقد معیشت) بڑھ جائے گی اور ملک سے سرمایے کی منتقلی کا خطرہ پیدا ہوگا۔ مزید یہ کہ اس سے کرپشن اور بلیک میل کے دروازے کھلیں گے اور ملک میں کرپشن میں اضافہ ہوگا۔ اس کے مقابلے میں ترقی یافتہ ممالک میں ان حالات میں جو راستہ اختیار کیا جاتا ہے وہ کہیں زیادہ معقول ہے۔ وہ یہ ہے کہ جن افراد کے بارے میں قرائنی شہادت موجود ہو، ان کے معاملات کی ایک خصوصی عدالت کے ذریعے تحقیقات کی جاتی ہیں اور معاملات کو دیکھا جاتا ہے۔ اس طریقۂ کار میں مرکزی بنک کے ذریعے کام انجام دیا جاتا ہے۔ براہِ راست بنک کے عملے اور ایف بی آر کے عملے کے درمیان ربط نہیں ہوتا۔ حقیقی مسائل کے حل کے لیے ایسے طریقے اختیار کرنے چاہییں جو معقول ہوں۔ انصاف کے اندر خود ایسے راستے موجود ہیں، انھیں چھوڑ کر ایسا راستہ اختیار کرنا جس سے ایف بی آر کا اختیار اس خطرناک حد تک بڑھ جائے، ہم سمجھنے سے قاصر ہیں کہ کس کے مشورے پر وزیرخزانہ نے یہ خطرناک تجویز پیش کی ہے۔

نادرا کی رپورٹ کے مطابق اس وقت ملک میں کم از کم ۷۰ لاکھ افراد کو بلاواسطہ ٹیکس دینا چاہیے اس لیے کہ ان کی آمدنی کم سے کم آمدنی کی حد سے زیادہ ہے، اور ان میں سے ۳۵ لاکھ کے بارے میں نادرا کا دعویٰ ہے کہ اس کے پاس ان کے اثاثوں، عالمی دوروں، پُرتعیش ہوٹلوں میں رہایش، پاکستان میں ان کی شان دار جایدادوں، کاروں، ٹیلی فون، بجلی اور گیس کے بل، نہ معلوم کیا کیا معلومات موجود ہیں جن کی روشنی میں ان کو ٹیکس کی خطیر رقوم ادا کرنی چاہییں۔ لیکن وہ ٹیکس کے جال سے بالکل باہر ہیں، دندناتے پھرتے ہیں اور کوئی گرفت کرنے والا نہیں۔ اس وقت انکم ٹیکس دینے والوں کی تعداد ۹ لاکھ کے قریب ہے اور باقی سب کا حال یہ ہے کہ ع

بنا ہے عیش تجمل حسین خاں کے لیے

بجٹ میں ان کو ٹیکس کے جال میں لانے کے لیے کوئی قابلِ ذکر اقدام نہیں کیا گیا۔ ہاں، عام آدمی پر

ٹیکس لگادیا گیا ہے، اس وعدے کے باوجود کہ بالواسطہ نہیں لگایا جائے گا اور بلاواسطہ کے نظام کو فروغ دیا جائے گا۔

انتظامی اخراجات کو کم کرنے کے بارے میں بھی بڑے دعوے کیے گئے تھے اور مسلم لیگ کی قیادت کا عزم تھا کہ انتظامی اخراجات میں ۳۰ فی صد کمی کی جائے گی۔ لیکن اگر بجٹ کا بغور مطالعہ کیا جائے تو آخری صورت حال یہ سامنے آتی ہے کہ VVIP کلچر اور مراعات اور پروٹوکول کے خاتمے کے تمام اقدامات کے باوجود خالص انتظامی اخراجات میں ۹فی صد کا اضافہ ہوا ہے اور اس میں سرکاری ملازمین کی تنخواہوں میں وہ ۱۰فی صد اضافہ شامل نہیں ہے جو مجبُور ہوکر بجٹ کے بعد کیا گیا ہے حالانکہ سینیٹ میں متفقہ تجاویز میں بنیادی تنخواہ میں اضافے کا بار بار مطالبہ کیا گیا۔ جون ۲۰۱۲ء کی سینیٹ کی رپورٹ میں یہ موجود ہے کہ جب خود مسلم لیگ کی بنیادی تنخواہ کے طور پر ۹۰۰۰ کی حد مقرر کیے جانے کی تجویز کو کمیٹی کے اصرار پر واپس لیا گیا، تو اس سے اختلاف کرنے والے واحد معزز رکن جناب اسحاق ڈار تھے۔ ۱۲جون ۲۰۱۲ء کی سینیٹ کی رپورٹ کا یہ حصّہ ملاحظہ ہو:

> سینیٹ قومی اسمبلی سے سفارش کرتی ہے کم سے کم تنخواہ ۹ ہزار روپے تک بڑھا دی جائے، واپس لے لی گئی۔ سینیٹر محمد اسحاق ڈار نے اصل سفارش کے واپس لینے پر اپنا اختلافی نوٹ درج کیا تھا۔

۱۴-۲۰۱۳ء کے بجٹ کے لیے کم سے کم تنخواہ کا باب خاص تھا۔ یہ اور بات ہے کہ صوبہ خیبر پختونخوا نے نہ صرف ۱۰ہزار روپے کم سے کم تنخواہ مقرر کی بلکہ اس کی خلاف ورزی کو جرم قرار دیا۔ خود مسلم لیگ کے منشور میں کم سے کم تنخواہ کی مد ۱۵ہزار روپے تجویز کی گئی ہے، گو اس پر عمل کا یقین نہیں۔

۱۴-۲۰۱۳ء کے بجٹ میں قرضوں سے نجات کی کوئی حکمت عملی نہیں ہے۔ اسی طرح بہت سے پالیسی اعلان ہیں مگر ان پر عمل درآمد کے لیے کوئی نقشۂ کار اور ٹائم ٹیبل نہیں دیا گیا۔ محترم وزیرخزانہ کو یاد ہوگا کہ خود انھوں نے سینیٹ میں اپنی ایک تقریر میں بڑی پتے کی بات کہی تھی کہ جب کسی غیرملکی معزز مہمان سے پوچھا گیا کہ پاکستان کے تین بڑے مسائل کیا ہیں تو اس نے کہا: نفاذ، نفاذ اور نفاذ!

بات تو سچ ہے، مگر بات ہے رُسوائی کی!

بجٹ میں ایک بڑا اہم خلا برآمدات میں اضافے اور تجارتی خسارے پر قابو پانے کے لیے پالیسی پہل کاری اقدامات (initiatives) کی عدم موجودگی ہے۔

## توانائی کا بحران

بجٹ میں توانائی کے بحران کو بجا طور پر اہمیّت دی گئی ہے مگر اس کے حل کے لیے جو اقدام تجویز کیے گئے ہیں، وہ بہت ناکافی ہیں۔ قرض لے کر گردشی قرض اُتارنے سے مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ گردشی قرضے کوئی نیا مسئلہ نہیں ہیں گو، اب ان کا حجم غفلت اور مناسب اقدام نہ کرنے کے سبب بہت بڑھ گیا ہے اور ۵۰۲/ارب روپے تک پہنچ گیا ہے۔ ۶۰ دن میں اُسے اُتارنے کی کوشش سرآنکھوں پر، لیکن مسئلے کی جڑ بلوں کی عدم ادایگی ہے جس کے ۴۰ سے ۵۰ فی صد کا تعلّق مرکزی اور صوبائی حکومتوں اور ان کے تحت کام کرنے والے اداروں سے ہے۔ جب تک ادایگی کے نظام کو ٹھیک نہیں کیا جائے گا یہ مسئلہ بار بار سر اُٹھاتا رہے گا۔ پھر مسئلہ توانائی کی رسد بڑھانے ہی تک محدود نہیں۔ توانائی کی مسلسل فراہمی اور اس کی لاگت کو کم کرنے کا ہے جس کا انحصار توانائی کے ذرائع کے درمیان نئی مساوات (equation) پر ہے۔ پن بجلی کُل رسد کا ۷۰ فی صد فراہم کرتی تھی اور یہ بجلی سب سے سستی ہے۔ اب یہ حصّہ صرف ۳۰ فی صد رہ گیا ہے اور تھرمل بجلی کی لاگت کئی گنا زیادہ ہے۔ اس لیے مسئلے کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کر کے ہمہ جہتی حکمت عملی بنانے کی ضرورت ہے۔ مسلم لیگ کے منشور میں ایک اہم تجویز یہ تھی کہ توانائی سے متعلّق تمام وزارتوں کو مدغم کر کے ایک وزارت بنائی جائے گی۔ توانائی کے باب میں سب سے پہلی تجویز ہی یہ تھی کہ: 'پانی و بجلی'، اور 'پٹرولیم و قدرتی وسائل' کی وزارتوں کو مدغم کر کے 'وزارت براے توانائی و قدرتی وسائل' کے نام سے ایک وزارت بنائی جائے گی (ص ۲۸)۔ لیکن جب وزارتیں بنیں تو وہی ڈھاک کے تین پات! دونوں وزارتیں آج بھی الگ الگ ہیں اور بات ایک انرجی پالیسی کی ہو رہی ہے۔

## بجٹ: ن لیگ کے منشور کے آئینے میں

منشور میں اور بھی کئی بڑے اہم پہل کاری اقدامات کا وعدہ ہے مگر بجٹ تو ایک تاریخی موقع تھا کم ازکم ان اقدامات کی طرف پہلا قدم اُٹھانے کا، لیکن بجٹ اس باب میں خاموش ہے۔

چند تجاویز ریکارڈ کی خاطر پیش خدمت ہیں:

- سرکاری شعبے میں 'ٹکنالوجی اپ گریڈ فنڈ' قائم کیا جائے گا۔ (ص ۱۵)
- سرکاری اور نجی شعبے کی تنظیموں کے تعاون سے ایک سرمایہ کاری فنڈ (equity fund) قائم کیا جائے گا۔ (ص ۱۵)
- ایک 'ایکسپورٹ امپورٹ بنک' قائم کیا جائے گا۔ یہ بنک بین الاقوامی معیار کی سہولتیں فراہم کرے گا۔ (ص ۱۶)
- نجی شعبے میں اعتماد کی بحالی، جب کہ وزیراعظم کی سربراہی میں 'پاکستان بزنس اینڈ اکانومک کونسل' قائم کی جائے گی۔ (ص ۲۴)
- پاکستان مسلم لیگ (ن) تحفظ خوراک کے مقصد کی خاطر آئین میں ترمیم کے ذریعے 'خوراک پر حق (right to food) ہر شہری کا بنیادی حق بنائے گی اور اس کے حصول کے لیے ایک معیار مقرر کرے گی۔
- قومی تعلیمی ایمرجنسی نافذ کر کے ملک سے ناخواندگی کا خاتمہ کیا جائے گا۔ (ص ۶۱)

واضح رہے کہ صوبہ خیبر پختونخوا نے تعلیم اور صحت کے سلسلے میں قومی ایمرجنسی کا اعلان اپنے پہلے بجٹ میں کیا ہے اور اس کے لیے خطیر رقم بھی مختص کی ہے۔

- ابتدائی طور پر معاشرے کے انتہائی نادار افراد کو علاج کی سہولت فراہم کرنے کے لیے ملک بھر میں 'نیشنل ہیلتھ انشورنس اسکیم' شروع کی جائے گی جسے بعد میں ملک بھر میں وسعت دی جائے گی۔ (ص ۴۵)

منشور میں ان کے علاوہ بھی کئی پہل کاری اقدامات کا ذکر ہے لیکن وفاقی حکومت کا پہلا بجٹ اس باب میں خاموش ہے حالانکہ یہ ایک اہم موقع تھا، تبدیلی کا پیغام دینے کا۔

بجٹ اور بجٹ تقریر کے معروضی تجزیے سے معلوم ہوتا ہے کہ بجٹ میں جو وژن پیش کیا گیا ہے، اس کے چند حصے درست ہیں لیکن بحیثیت مجموعی اس میں نمایاں خامیاں اور خلا ہیں اور اس پر نظرثانی کی ضرورت ہے۔ پھر جو بھی وژن پیش کیا گیا ہے اس میں اور بجٹ میں خاصا تفاوت ہے۔ بجٹ میں پیش کردہ تجاویز اور قانونی ترامیم وژن سے ہم آہنگ نہیں بلکہ کچھ پہلو تو ایسے ہیں جو

کھلے کھلے متصادم ہیں۔ بجٹ بڑی حد تک macro-stabilization model ہی کے فریم ورک میں بنایا گیا ہے جو آئی ایم ایف کا مقبول ماڈل ہے۔ کہیں کہیں growth model سے کچھ مستعار لیا گیا ہے مگر وہ ناکافی بھی ہے اور پوری طرح مربوط بھی نہیں۔ پھر سب سے اہم پہلو فلاح و بہبود اور اخلاقی زاویے کا ہے جو بجٹ کا کمزور ترین پہلو ہے۔ ملک کا اصل مسئلہ stagflation ہے، یعنی وہ کیفیت ہے جس میں افراطِ زر اور جمود (stagnation) بیک وقت موجود ہوتے ہیں۔ اس بڑی رکاوٹ کو توڑنے کے لیے جس قسم کے اقدامات کی ضرورت ہوتی ہے وہ بجٹ میں موجود نہیں۔ بجٹ میں وسائل کو متحرک کرنے کے تمام طریقے استعمال کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی۔ سروسز سیکٹر یعنی خدمات کا شعبہ جس کا اس وقت مجموعی قومی پیداوار (GDP) میں ۵۶ فی صد حصہ ہے اس کا حصہ کُل ٹیکس آمدنی میں ۳۰ فی صد کے لگ بھگ ہے۔ ہمارے ملک میں بمشکل ۱۵، ۱۶ سروسز ہیں جو ٹیکس نیٹ ورک میں آتی ہیں۔ بھارت میں یہ تعداد ۱۷۰ ہے۔ یہ صرف ایک مثال ہے۔ بجٹ میں ان تمام پہلوؤں کے اِدراک کی کوئی جھلک نظر نہیں آتی۔

زراعت اور خاص طور پر لائیوسٹاک کو جو اہمیت دینی چاہیے تھی وہ نہیں دی گئی ہے۔ غیرضروری اشیا کی درآمد کو روکنے کے بارے میں بھی کوئی مؤثر پالیسی نہیں، حالانکہ تجارتی خسارہ اب ۱۵ارب ڈالر سے متجاوز ہے جو برقرار نہیں رکھا جاسکتا۔ ایک تحقیقی رپورٹ کی روشنی میں اس وقت درآمدات کا صرف ۶۰ فی صد ضروری اشیا پر مشتمل ہے، ۴۰ فی صد غیرضروری اشیا کی نذر ہو رہا ہے۔ اس بارے میں مؤثر پالیسی وقت کی اہم ضرورت ہے۔

## پریشان کن سوال!

معاشی ماہرین اور عوام الناس سب کو یہ سوال پریشان کر رہے ہیں کہ:

- کیا یہ بجٹ اور جس معاشی اور مالیاتی پالیسی کا یہ آئینہ دار ہے، وہ ملک کی معیشت کو صحیح سمت میں رہنمائی کر سکتے ہیں؟ کیا ان کے نتیجے میں مناسب رفتار سے معاشی ترقی، بے روزگاری اور غربت کا خاتمہ، افراطِ زر، دولت کی تقسیم، معاشرتی انصاف اور خوش حالی حاصل ہو سکیں گے؟
- کیا اس بجٹ کے نتیجے میں عوام کے فوری مسائل کا کوئی حل ممکن ہے یا ان کے مصائب

میں اضافہ ہی ہوگا؟ گیس اور پانی سے محرومی، روزگار کا فقدان، مہنگائی کا عفریت، بدامنی، کاروباری جمود، دولت اور مواقع کی عدم مساوات___ ان سب کے باب میں کسی خوش گوار تبدیلی کا کوئی امکان نظر آتا ہے؟

- کیا بجٹ اور حکومت کی معاشی پالیسیوں کے نتیجے میں قلیل مدتی اور طویل مدتی دورانیے کے لیے ترقی اور تشکیل نو کا کوئی باب کھلے گا، یا قوم کولھو کے بیل کی طرح ایک ہی دائرے میں چکر لگاتی رہے گی؟
- کیا معاشی جمود کے ٹوٹنے اور ترقی اور فراوانی کی طرف پیش قدمی کے امکانات روشن ہورہے ہیں؟
- کیا قوم کی قیادت معاشی، مالیاتی، تجارتی، زرعی، صنعتی میدانوں میں درپیش مسائل کے بارے میں سوال اُٹھا رہی ہے اور ان سوالوں کے صحیح حل کی طرف کوئی پیش قدمی ہے یا خوب صورت الفاظ کی بارش کے باوجود تلخ حقیقت یہ ہے کہ نہ ہم ابھی تک حالات کا صحیح تجزیہ کر پارہے ہیں، نہ مربوط اور حقیقت پر مبنی مگر قوم کے نظریات، اقدار اور اُمنگوں سے ہم آہنگ پالیسیاں بنانے کی طرف پیش رفت شروع ہوگئی ہے؟ اور کیا پالیسیوں اور ان کی تنفیذ کے نظام میں ہم آہنگی ہے؟ وسائل کتنے ہیں اور ان کے استعمال کی کیا کیفیت ہے؟
- معاشی ترقی، خودانحصاری، عدل اجتماعی، معاشرتی فلاح و بہبود اور عالمی اور علاقائی میدان میں ہماری مقابلے کی استطاعت ___ ہم کہاں کھڑے ہیں اور کدھر جارہے ہیں؟

یہ ہے وہ کسوٹی جس پر بجٹ اور معاشی پالیسیوں کو جانچا اور پرکھا جانا چاہیے۔

# عالمی ترجمان القرآن کی سہ ماہی اشاعت بڑھاؤ مہم

## جون، جولائی، اگست ۲۰۱۳ء

— ۱۲ روپے فی شمارہ کے حساب سے زیادہ سے زیادہ تعداد میں حاصل کر کے گردوپیش ہر اس فرد، مرد و عورت تک پہنچائیں جو تعلیم یافتہ ہے، ابھی تک ترجمان سے واقف نہیں ہے۔

— نمونے کا پرچہ ہدیہ کرنا ہے، یہی خریداری مہم ہے۔ جو باقاعدہ مطالعہ کرنا چاہے، ۳۵۰ روپے زرتعاون سالانہ ادا کرے یا ۱۵۰۰ روپے میں ۵ سال کے لیے جاری کروائے (۱۵۰۰ روپے میں ۱۰۰۰ روپے سے زیادہ کی بچت ہے!)

— ترجمان کا ہر قاری، تحریک کا ہر کارکن، ملک میں غلبۂ اسلام کا خواہش مند ہر فرد —— اس مشن کا علَم بردار ہے۔ جولائی، اگست میں کم از کم ۱۰ پرچے حاصل کر کے جاننے والوں کو، کاروبار اور دفتر کے ساتھیوں کو، تعلیم یافتہ خواتین خاص طور پر ان اعزہ کو جن کے گھروں میں طالبات وطلبہ ہیں، ہدیہ کرے اور دعا کرے کہ اللہ باقاعدہ مطالعے کی خواہش ان کے دلوں میں ڈال دے۔

— ماہِ رمضان کی مبارک ساعتوں میں دعوت الی اللہ کے اس کام میں جو وقت، رقم وصلاحیت لگائیں، ۷۰ گنا اجر کا یقین رکھیں۔ اللہ آپ کو زیادہ سے زیادہ کی توفیق دے۔

— مہم کے لیے رسالے دستی حاصل کرنا ممکن نہیں ہے تو دفتر ترجمان سے آرڈر کریں، ترسیلِ زر کے لیے آن لائن ٹرانسفر کریں، موبائل نمبر پر ایزی پیسہ کرائیں یا منی آرڈر کریں۔ لاہور سے باہر کے بنکوں کے چیک ارسال نہ کریں (یا ۲۰۰ روپے بڑھا کر کریں)۔

۳۳- زینب پارک، نزد منصورہ، لاہور- ۵۴۷۹۰- فون: ۰۴۲-۳۵۴۲۷۹۱۶- فیکس: ۳۵۴۲۷۹۱۵
موبائل: ۰۳۰۷-۴۱۱۲۷۰۰ ای میل: tarjuman@tarjumanulquran.org

# اہلِ حق کی اصل ذمہ داری

اس دنیا میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو انتخاب اور ارادے کی آزادی بخشی ہے، اور اسی آزادی کے استعمال میں اُس کا امتحان ہے۔ اِس حقیقت کو اگر آپ ذہن نشین کرلیں تو آپ کو یہ سمجھنے میں کوئی زحمت پیش نہ آئے گی کہ کسی ملک یا قوم یا زمانے کے انسانوں میں اگر کوئی دعوتِ باطل فروغ پاتی ہے، یا کوئی نظامِ باطل غالب رہتا ہے، تو یہ اُس دعوت اور اُس نظام کی کامیابی نہیں بلکہ اُن انسانوں کی ناکامی ہے جن کے اندر ایک باطل دعوت یا نظام نے عروج پایا۔ اِسی طرح دعوتِ حق اور اس کے لیے کام کرنے والے اگر اپنی حد تک صحیح طریقے سے اصلاح کی کوشش کرتے رہیں اور نظامِ حق قائم نہ ہوسکے تو یہ نظامِ حق اور اس کے لیے کام کرنے والوں کی ناکامی نہیں، بلکہ ان انسانوں ہی کی ناکامی ہے جن کے معاشرے میں صداقت پروان نہ چڑھ سکی اور بدی ہی پھلتی پھولتی رہی۔

دنیا میں حق اور باطل کی کش مکش بجاے خود ایک امتحان ہے، اور اس امتحان کا آخری نتیجہ اِس دنیا میں نہیں بلکہ آخرت میں نکلنا ہے۔ اگر دنیا کے انسانوں کی عظیم اکثریت نے کسی قوم، یا ساری دنیا ہی نے حق کو نہ مانا اور باطل کو قبول کرلیا تو اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ حق ناکام اور باطل کامیاب ہوگیا، بلکہ اس کے معنی دراصل یہ ہیں کہ انسانوں کی عظیم اکثریت اپنے رب کے امتحان میں ناکام ہوگئی جس کا بدترین نتیجہ وہ آخرت میں دیکھے گی۔ بخلاف اس کے وہ اقلیت جو باطل کے مقابلے میں حق پر جمی رہی اور جس نے حق کو سربلند کرنے کے لیے جان و مال کی بازی لگا دی، اِس امتحان میں کامیاب ہوگئی اور آخرت میں وہ بھی اپنی اِس کامیابی کا بہترین نتیجہ دیکھ لے گی۔ یہی بات ہے جو نوعِ انسانی کو زمین پر اُتارتے وقت اللہ تعالیٰ نے صاف صاف بتادی تھی کہ فَاِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ مِّنِّیْ ھُدًی فَمَنْ تَبِعَ ھُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَ لَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ○ وَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَکَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَآ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ ○ (البقرہ ۲:۳۸-۳۹)

’’پھر جو میری طرف سے کوئی ہدایت تمھارے پاس پہنچے، تو جو لوگ میری اُس ہدایت کی پیروی کریں گے، اُن کے لیے کسی خوف اور رنج کا موقع نہ ہوگا، اور جو اس کو قبول کرنے سے انکار کریں گے اور ہماری آیات کو جھٹلائیں گے، وہ آگ میں جانے والے ہیں، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے‘‘۔

اس حقیقت کو آپ جان لیں تو یہ بات بھی آپ کی سمجھ میں بخوبی آسکتی ہے کہ اہلِ حق کی اصل ذمہ داری یہ نہیں ہے کہ وہ باطل کو مٹا دیں اور حق کو اس کی جگہ قائم کر دیں، بلکہ ان کی اصل ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اپنی حد تک باطل کو مٹانے اور حق کو غالب و سربلند کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ صحیح اور مناسب و کارگر طریقوں سے کوشش کرنے میں کوتاہی نہ کریں۔ یہی کوشش خدا کی نگاہ میں ان کی کامیابی و ناکامی کا اصل معیار ہے۔ اس میں اگر ان کی طرف سے دانستہ کوئی کوتاہی نہ ہو تو خدا کے ہاں وہ کامیاب ہیں، خواہ دنیا میں باطل کا غلبہ ان کے ہٹائے نہ ہٹے اور شیطان کی پارٹی کا زور اُن کے توڑے نہ ٹوٹ سکے۔

بسااوقات آدمی کے ذہن میں یہ اُلجھن بھی پیدا ہوتی ہے کہ جب یہ دین خدا کی طرف سے ہے، اور اس کے لیے کوشش کرنے والے خدا کا کام کرتے ہیں، اور اس دین کے خلاف کام کرنے والے دراصل خدا سے بغاوت کرتے ہیں، تو باغیوں کو غلبہ کیوں حاصل ہو جاتا ہے اور وفاداروں پر ظلم کیوں ہوتا ہے؟ لیکن اُوپر جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس پر غور کرنے سے آپ اس سوال کا جواب بھی خود پا سکتے ہیں۔ درحقیقت یہ اُس آزادی کا لازمی نتیجہ ہے جو امتحان کی غرض سے انسانوں کو دی گئی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت یہ ہوتی کہ زمین میں صرف اس کی اطاعت فرماں برداری ہی ہو اور سرے سے کوئی اس کی رضا کے خلاف کام نہ کر سکے، تو وہ تمام انسانوں کو اُسی طرح مطیعِ فرمان پیدا کر دیتا جس طرح جانور اور درخت اور دریا اور پہاڑ مطیعِ فرمان ہیں۔ مگر اس صورت میں نہ امتحان کا کوئی موقع تھا اور نہ اس میں کامیابی پر کسی کو جنت دینے اور ناکامی پر کسی کو دوزخ میں ڈالنے کا کوئی سوال پیدا ہو سکتا تھا۔

اس طریقے کو چھوڑ کے جب اللہ تعالیٰ نے یہ طریقہ اختیار فرمایا کہ نوعِ انسانی اور اس کے ایک ایک فرد کا امتحان لے، تو اس کے لیے ضروری تھا کہ ان کو انتخاب اور ارادے کی (بقدرِ ضرورتِ امتحان) آزادی عطا فرمائے، اور جب اُس نے ان کو یہ آزادی عطا فرما دی تو اب

یہ ممکن نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اُوپر سے مداخلت کر کے زبردستی باغیوں کو ناکام اور وفاداروں کو غالب کردے۔ اس آزادی کے ماحول میں حق اور باطل کے درمیان جو کش مکش برپا ہے اس میں حق کے پیرو، اور باطل کے علَم بردار اور عام انسان (جن میں عام مسلمان بھی شامل ہیں)، سب امتحان گاہ میں اپنا اپنا امتحان دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وفاداروں کی ہمت افزائی اور باغیوں کی حوصلہ شکنی ضرور کی جاتی ہے، لیکن ایسی مداخلت نہیں کی جاتی جو امتحان کے مقصد ہی کو فوت کردے۔ حق پرستوں کا امتحان اس میں ہے کہ وہ حق کو غالب کرنے کے لیے، کہاں تک جان لڑاتے ہیں۔ عام انسانوں کا امتحان اس میں ہے کہ وہ حق کے علَم برداروں کا ساتھ دیتے ہیں یا باطل کے علَم برداروں کا۔ اور باطل پرستوں کا امتحان اس میں ہے کہ وہ حق سے منہ موڑ کر باطل کی حمایت میں کتنی ہٹ دھرمی دکھاتے ہیں اور حق کی مخالفت میں آخر کار خباثت کی کس حد تک پہنچتے ہیں۔ یہ ایک کھلا مقابلہ ہے جس میں اگر حق اور راستی کے لیے سعی کرنے والے پِٹ رہے ہوں تو اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ حق ناکام ہو رہا ہے اور اللہ تعالیٰ خاموشی کے ساتھ اپنے دین کی مغلوبی کو دیکھ رہا ہے، بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ حق کے لیے کام کرنے والے اللہ کے امتحان میں زیادہ سے زیادہ نمبر پا رہے ہیں۔ اُن پر ظلم کرنے والے اپنی عاقبت زیادہ سے زیادہ خراب کرتے چلے جا رہے ہیں، اور وہ سب لوگ اپنے آپ کو بڑے خطرے میں ڈال رہے ہیں جو اس مقابلے کے دوران میں محض تماشائی بن کر رہے ہوں، یا جنھوں نے حق کا ساتھ دینے سے پہلوتہی کی ہو، یا جنھوں نے باطل کو غالب دیکھ کر اس کا ساتھ دیا ہو۔

یہ خیال کرنا صحیح نہیں ہے کہ جو لوگ مسلمانوں میں شمار ہوتے ہیں وہ اس امتحان سے مستثنیٰ ہیں، یا محض مسلمان کہلایا جانا ہی اس امتحان میں ان کی کامیابی کا ضامن ہے، یا مسلمان قوموں اور آبادیوں میں دین سے انحراف کا فروغ پانا اور کسی فاسقانہ نظام کا غالب رہنا کوئی عجیب معمّہ ہے جو حل نہ ہوسکے اور ذہنی اُلجھن کا موجب ہو۔ خدا کی اس کھلی امتحان گاہ میں کافر، مومن، منافق، عاصی اور مطیع، سب ہی ہمیشہ اپنا امتحان دیتے رہے ہیں اور آج بھی دے رہے ہیں۔ اس میں فیصلہ کُن چیز کوئی زبانی دعویٰ نہیں بلکہ عملی کردار ہے۔ اور اس کا نتیجہ بھی مردم شماری کے رجسٹر دیکھ کر نہیں بلکہ ہر شخص کا، ہر گروہ کا اور ہر قوم کا کارنامۂ حیات دیکھ کر ہی ہوگا۔ (رسائل و مسائل، پنجم، ص ۳۲۷-۳۳۱)

# رمضان المبارک کی سعادتیں اور ہماری خصوصی رعایتیں دونوں سے فائدہ اُٹھائیں

## تفسیر ابن کثیر (مترجم اُردو)

- ❑ جدید اور عام فہم اُردو ترجمہ
- ❑ پیش لفظ شیخ الحدیث مولانا عبدالمالک کے قلم سے
- ❑ اعلیٰ طباعت کے ساتھ، پانچ جلدوں میں

## بخاری شریف (مترجم اُردو)

- ❑ مترجمین: حافظ قاری محمد عادل و مولانا محمد فاضل قریشی
- ❑ احادیث کا ایک خزانہ جو تین جلدوں میں سمو دیا گیا

## قرآن حکیم اور ہماری عملی زندگی

- ❑ ڈاکٹر یوسف القرضاوی کی تصنیف کیف تعامل مع القرآن الکریم کا ترجمہ آسان، دل کش اُردو زبان میں ڈاکٹر عطیہ خلیل عرب کے قلم سے
- ❑ پیش لفظ پروفیسر خورشید احمد

## اللہ میرے دل کے اندر (ملک احمد سرور)

- ❑ دنیا بھر سے عیسائی پادریوں، یہودی ربیؔ، فلسفی سکالرز، سائنس دان، عالمی شہرت کے کھلاڑی، سفیر اور مشیر، فلم و موسیقی کے سپر اسٹار اللہ کی طرف کیسے آئے؟
- ❑ ایمان افروز داستانوں سے مزین دلوں میں ہلچل پیدا کرنے والی کتاب

## مسلمان قاضیوں کا بے لاگ عدل (سید عبدالصبور طارق)

- ❑ مسلمان قاضیوں کے حکمرانوں کے خلاف بے باکانہ فیصلے

## زندان کے شب و روز

- ❑ اخوان المسلمون کی مجاہدہ خاتون بیگم زینب الغزالی کی جیلوں میں بیتے ہوئے لرزہ خیز مظالم کی داستانِ حیات

| | عام قیمت | رعایتی قیمت |
|---|---|---|
| • تفسیر ابن کثیر (۵ جلدیں) | 2800 | 1900 |
| • بخاری شریف (۳ جلدیں) | 2700 | 1800 |
| • اللہ میرے دل کے اندر | 795 | 540 |
| • قرآن حکیم ہماری عملی زندگی | 300 | 225 |
| • مطالب قرآن (پارہ بہ پارہ) | 220 | 150 |
| • سیرت سید المرسلینؐ | 400 | 270 |
| • معاشرۃ النبیؐ | 180 | 120 |
| • سیرتِ طیبہ (دو جلدیں) | 900 | 600 |
| • انبیائے شریعت بزبانِ قرآن | 150 | 100 |
| • تذکرۃ الانبیاؑ | 400 | 270 |
| • فقہ النساء | 360 | 240 |
| • سید المرسلین بزبانِ قرآن | 325 | 220 |
| • مسلمان قاضیوں کا بے لاگ عدل | 250 | 170 |
| • زنداں کے شب و روز | 270 | 180 |
| • اگر اب بھی نہ جاگے تو | 250 | 170 |
| • آئینہ تلبیس (دو جلدیں) | 800 | 540 |
| • موج دریا کے حریف | 180 | 120 |
| • سیرت حضرت ابوذر غفاریؓ | 250 | 170 |

نوٹ: یہ رعایت 10 جولائی سے 20 اگست تک ہے۔ ڈاک خرچ بذمہ خریدار ہوگا۔

**مکتبہ تعمیرِ انسانیت**، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور۔ فون: 042-37310530, 372337500

# رجوع الی القرآن

## نورا کینہ قاضی

قرآنِ پاک کی سورۃ العلق میں فرمانِ الٰہی ہے: عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ، یعنی ہم نے انسان کو سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے نوعِ انسان کی ہدایت کے لیے اپنے رسول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآنِ پاک کا نزول فرمایا۔ یہ کلامِ الٰہی ہے جس سے بہتر کوئی کلام نہیں۔ جس کے فضائل کے بارے میں لکھنا گویا آفتاب کو چراغ دکھانا ہے۔ اس کے کس کس فضل وشرف کا ذکر کیا جائے؟ کہاں سے ابتدا کی جائے؟ اللہ تعالیٰ نے خود سورۂ لقمان میں فرمایا ہے کہ: ''اگر دنیا کے تمام درختوں کو کاٹ کر ان کی قلمیں بنالی جائیں اور تمام سمندر سیاہی میں تبدیل ہوجائیں اور پھر ان سے اللہ تعالیٰ کی توصیف وتمجید لکھی جائے تب بھی اس کی اور اس کے کلام کی تعریف وتمجید کا حق ادا نہ ہوگا۔ چودہ پندرہ سو سال گزرنے کے بعد بھی قرآن پاک کی عظمت وشان وشوکت پر لکھنے والے تھکے نہیں کیونکہ یہ اپنی تمام تر شان وشوکت، رفعت وعظمت کے ساتھ ہر نکتہ سنج قاری کے لیے ہر پہلو، ہر زاویہ، ہر گھڑی پیش کرتا ہے اور جس قدر توجہ، دل چسپی، اشتیاق و رغبت کے ساتھ اس کا مطالعہ کیا جائے اسی قدر نیابت ورحمت کے دروازے کھلتے ہیں۔ ہر زمانے، ہر دور میں جستجو وتلاش کے نئے نکات اور فلسفے اُبھرتے رہتے ہیں۔ پھر بھی تشنگی برقرار رہتی ہے جو علمِ قرآن کی لامحدودیت کا بیّن ثبوت ہے۔ قرآنِ پاک کی اساسی سچّائیاں ہر زمانے اور اس کے متبدل محرکات سے نمٹنے کی صلاحیتیں عطا کرتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی اس آخری کتاب قرآنِ پاک کی تاکید وتلقین اور تقاضا یہ ہے کہ ہم ہر قسم کے تفرقات سے بالاتر ہوکر صحیح معنوں میں مسلمان بنیں اور اپنی زندگی کے ہر شعبے میں اللہ تعالیٰ کی

حاکمیت کو تسلیم کرتے ہوئے اس کے حضور سرِ تسلیم و رضا خم کریں۔ ہماری عبادات، قربانی، زندگی و موت سب اس کے لیے، اسی کے احکام کی متابعت میں ہو۔ ہم اوّل تا آخر مسلمان ہوں۔ سچّے مسلمان بن کر زندگی گزاریں اور اسی حیثیت سے مریں۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کا خاص خیال رکھیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں ہمیں جو تعلیمات سکھائی ہیں، ان کا مقصد بھی یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآنِ پاک میں فرماتا ہے:

> اے ایمان لانے والو، تم پورے کے پورے اسلام میں آ جاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔(البقرہ ۲:۲۰۸)
>
> اے رب، ہم پر صبر کا فیضان کر اور ہمیں دنیا سے اُٹھا تو اس حال میں کہ ہم تیرے فرماں بردار ہوں۔(الاعراف ۷:۱۲۶)
>
> اے پروردگار! مجھے توفیق عطا فرما کہ تو نے جو احسانات مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیے ہیں ان کا شکر ادا کروں اور ایسے نیک کام کروں کہ تو خوش ہو جائے اور اپنی رحمت سے مجھے اپنے نیک بندوں میں داخل فرما۔(النمل ۲۷:۱۹)
>
> اے میرے رب! ہم کو اپنا فرماں بردار بنائے رکھ، اور ہماری اولاد کو بھی اپنا فرماں بردار بنائے رکھ، ہمیں اپنی عبادت کے طریقے بتا اور ہمارے حال پر توجہ فرما۔ بے شک تو توجہ فرمانے مہربان ہے۔(البقرہ ۲:۱۲۸)
>
> ہم نے انسان کو حکم دیا ہے کہ اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرے۔ (ابراھیم ۱۴:۳۱)

قرآنِ پاک ہمیں ایسے اعلیٰ اخلاق و اوصاف کی تعلیم دیتا ہے جسے اپنا کر ہم دنیا و آخرت میں سرخ رو ہو سکتے ہیں۔ اور اوراقِ تاریخ شاہد ہیں کہ جب تک ہم قرآن کو مضبوطی سے تھامے رہے، اس کی تعلیمات پر سختی سے کاربند رہے، دنیا میں سربلند رہے، کامیاب و فاتحِ ارض رہے۔ پھر جب ہم نے قرآن سے ناتا توڑ لیا تو ہم دنیا بھر میں حقیر و ذلیل سمجھے جانے لگے۔ یہ صورت حال آج تک چلی آ رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی ایسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلے۔ اللہ تعالیٰ کی اس سنت میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔

قرآنِ پاک ہمیں اجتماعی عبادات نماز، روزہ، حج کے علاوہ ادائیگیِ زکوٰۃ کا بھی حکم دیتا ہے۔ضرورت سے زائد آمدن کو راہِ خدا میں خرچ کرنے کا حکم دیتا ہے، اور فرماتا ہے: ''جب تک تم ان چیزوں میں سے جو تمھیں عزیز ہیں راہِ خدا میں خرچ نہ کرو گے، کبھی فلاح نہ پاسکو گے'' (اٰل عمرٰن ۳:۹۲)۔اگر اس حکمِ قرآنی پر عمل ہو رہا ہوتا تو ملک کی دولت چند ہاتھوں میں سمٹ کر نہ رہ گئی ہوتی۔ آدھی سے زیادہ آبادی خطِ افلاس سے نیچے زندگی نہ گزار رہی ہوتی۔ غربت اور افلاس کے مارے لوگ خودکشیاں نہ کر رہے ہوتے۔ زکوٰۃ، صدقہ و خیرات کی باقاعدگی صالح معاشرے کو جنم دیتی ہیں، جب کہ بے انتہا دولت اور بے انتہا غربت جرائم اور گناہ کی افزایش کرتے ہیں۔ سورۃ التکاثر میں ہمیں تنبیہہ کی گئی ہے کہ اے لوگو! تم کو دولت کی طلب نے غافل کر دیا، حتیٰ کہ تم نے قبریں جادیکھیں۔ یعنی تم دولت کمانے، جمع کرنے کے لالچ میں اللہ تعالیٰ کے اور قبر کے خوف کو بھلا بیٹھے___ یہ وہ سورۂ مبارکہ ہے جسے پڑھ کر معروف یہودی عالم لیوپولڈ وائس مسلمان ہوگئے اور محمد اسد کہلانے لگے۔ اسلام کے بلند اصولوں کا یہ اثر تھا کہ ایک مرتبہ محمد اسد نے اپنی تقریر میں کہا: ''جب کوئی شخص مجھ سے پوچھتا ہے کہ میں مسلمان کیوں ہوا تو مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کسی چور، ڈاکو یا قاتل سے پوچھا جائے کہ تو نے اپنے گناہوں سے کیوں کنارہ کرلیا۔ اسلام تمام بُرائیوں اور گناہوں سے روکتا ہے اور نیکی و تقویٰ کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

قرآنِ پاک کے نزدیک نیکی اور تقویٰ کا معیار یہ ہے: ''نیکی یہ نہیں کہ تم مشرق اور مغرب کی طرف (قبلہ سمجھ کر) منہ کرلو۔ نیکی یہ ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ پر، فرشتوں پر، کتابِ الٰہی پر ایمان لائیں اور مالِ عزیز رکھنے کے باوجود رشتہ داروں، یتامیٰ، محتاجوں، مسافروں اور مانگنے والوں کو دیں اور گردنوں کے چھڑانے میں خرچ کریں۔ نماز پڑھیں، زکوٰۃ دیں، اور جب عہد کرلیں تو اسے پورا کریں۔ سختی اور تکلیف میں اور جنگ کے وقت ثابت قدم رہیں۔ یہی لوگ ہیں جو ایمان میں سچے ہیں اور یہی ہیں جو اللہ سے ڈرنے والے ہیں''۔ (البقرہ ۲:۱۷۷)

یہ ہیں صالح مسلمانوں کی نشانیاں، یہ قربتِ الٰہی کے لیے ایک منشورِ عام ہے۔ سورۂ علق کی آیات ۱۱ تا ۱۳ میں ارشادِ خداوندی ہے کہ کیسے انسان کی تخلیق ایک غلیظ قطرۂ آب اور خون کی پھٹکی سے ہوئی۔ پھر اللہ نے اسے علم سکھایا اور یہ کہ ہمیں احکاماتِ الٰہی کے خلاف نہیں چلنا چاہیے۔ موت یقینی

ہے، ایک دن اپنے خالق کے پاس واپس جانا ہے اور اسے دنیا میں کیے ہر کام کا حساب دینا ہے۔

قرآن کے احکامات جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کو دیے گئے ہیں، وہ آسان اور قابلِ عمل ہیں۔ قرآنِ پاک میں مسلمانوں سے ناممکنات کا تقاضا نہیں کیا گیا، نہ ایسے قواعد وضوابط ہی وضع کیے گئے ہیں جن کی پیروی مشکل اور ناممکن ہو، جو زندگی کو کٹھن، نری مصیبت اور مشکل بنا کر رکھ دیں۔ اس نے انسانوں کے لیے ایک مکمل نظامِ حیات کو پیش کرتے ہوئے اعتدال کو اپنا نقطۂ خاص قرار دیا ہے۔ اس نے زندگی کے ہر شعبے کے لیے زریں راہنما اصول پیش کیے ہیں۔ وہ روحانی و دنیوی دونوں پہلوؤں پر محیط ہیں۔

قرآنِ پاک کی تلقین حلال کمائی، پاکیزہ غذا، حرام سے اجتناب، سادگی، طہارت وصفائی، لہوولعب کی زندگی سے پرہیز اور تقویٰ و پرہیزگاری ہے، اور یہ کہ راست بازی اختیار کی جائے۔ عورتوں سے بدسلوکی و بے انصافی نہ کی جائے۔ بیٹوں کو بیٹیوں پر ترجیح دے کر ان کی حق تلفی نہ کی جائے۔ غلاموں، ملازموں سے اپنے جیسا سلوک روا رکھا جائے۔ ذات، نسل، خاندان، قبیلے پر فخر نہ کیا جائے۔ نہ دولت کو چند ہاتھوں میں مرتکز رہنے دیا جائے کہ یہ ملکی اقتصادیات کے لیے تباہ کن ہے۔ چوری، ڈاکے، شراب نوشی، قمار بازی، سودخوری، قتلِ ناحق، کمزوروں پر ظلم، فریب دہی و بددیانتی سے بچنا اور لوگوں کے حقوق ادا کرنے چاہییں۔

قبل از اسلام عرب بلکہ پوری دنیا کی تاریخ میں عورتوں کو وہ مقام نہیں دیا گیا جو اسلام نے دیا۔ قرآن کے ذریعے انھیں حقوقِ وراثت اور سماجی مرتبہ عطا کیا گیا۔ انھیں اور مردوں کو مساوی درجے سے نوازتے ہوئے ایک دوسرے کا لباس قرار دیا۔ نیکی کے کاموں میں دونوں کو یکساں اجر کی بشارت دی۔ بُرے کاموں پر دونوں کو وعید سنائی۔ عورتوں کو طلاق اور خلع کا حق دیا۔ بیواؤں کو عقدِ ثانی کی اجازت دی۔ یہ حقوق انھیں گذشتہ تمام مذاہب میں حاصل نہیں تھے۔ قرآنِ پاک نے عورت کا مرتبہ یہ ہرگز نہیں رکھا کہ وہ محض مردوں کی جنسی تسکین کے لیے پیدا کی گئی ہے۔ اسلام نے اس کا مہر کا حق تسلیم کر کے بھی اس کی معاشی وسماجی حیثیت کو بہتر اور آزاد بنانے کے لیے اقدامات کیے۔

غرض یہ کہ قرآنِ پاک نے اس دنیا میں جو فکری و عملی انقلاب پیدا کیا ہے، وہ بے نظیر و بے مثل ہے۔ باقی جو انقلاب فرانس، روس، چین یا دوسرے ملکوں کے ہیں، وہ سب اُدھورے اور

خون ریز ہیں جو کبھی اپنے مقاصد کی تکمیل نہیں کر پائے، نہ اپنے لیڈروں کے بلند بانگ دعوؤں میں پورے اُترے ہیں۔ کیونکہ یہ بے روح اور خدائی رہنمائی و ہدایت سے خالی تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ہم مسلمانوں کو سرزمینِ پاکستان میں غلبہ اور اقتدار دیا ہے۔ ہم آزاد ہیں کہ اپنے ملک میں قرآنی احکامات اور قوانین نافذ کریں ؎

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مردِ مسلماں
اللہ کرے تجھ کو عطا جدتِ کردار

ہم خواہ کسی مسلک سے تعلّق رکھتے ہوں ہماری رہنما اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ اور آنحضرتؐ کی پیش کردہ کتاب قرآنِ پاک ہی ہونا چاہیے۔ ہمارا خدا ایک، رسولؐ ایک، کتاب ایک ہے۔ ہم ایک ہی کعبے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں، لہٰذا ہمیں باہم ایک ہو جانا چاہیے، ملتِ واحدہ بن جانا چاہیے۔ قرآنی تعلیمات اور اصولوں پر عمل پیرا ہونا چاہیے۔ اسی طرح ہی ہم اپنے دشمنوں کے لیے بنیانِ مرصوص اور دنیا میں سربلند قوم بن سکیں گے۔

---

# ادارۂ تحقیقات اسلامی

## بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی اسلام آباد

ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی گذشتہ نصف صدی سے زائد عرصے سے عصرِ حاضر میں اسلامی علوم کی تطبیق و ترویج کے لیے کوشاں چلا آرہا ہے۔ ادارے نے مختلف اسلامی موضوعات پر سیکڑوں کتب اور مجلّات اُردو، انگریزی، عربی اور دیگر زبانوں میں شائع کیے ہیں۔ ادارے کے مجلّات میں ''فکرونظر'' اُردو، ''اسلامک سٹڈیز'' انگریزی اور ''الدراسات الاسلامیہ'' عربی شامل ہیں۔

### چند اہم کتب

| | | |
|---|---|---|
| ۱۔ خطباتِ مدراس | علامہ سید سلمان ندوی | -/300روپے |
| ۲۔ خطباتِ بہاولپور | ڈاکٹر محمد حمید اللہ مرحوم | -/450روپے |
| ۳۔ The Emergence of Islam [خطباتِ بہاولپور کا ترجمہ] | ڈاکٹر محمد حمید اللہ مرحوم | -/300روپے |
| ۴۔ Exonerating the Distinguished Imams [ابنِ تیمیہؒ کی کتاب رفع الملام عن ائمۃ الاعلام کا ترجمہ] | | -/200روپے |
| ۵۔ دوائے شافی | ابن القیم الجوزیہؒ | -/450روپے |
| ۶۔ معجم اصطلاحات حدیث | ڈاکٹر سہیل حسن | -/400روپے |
| ۷۔ سیرت نگاری میں جدید رجحانات ''فکرونظر'' کی خصوصی اشاعت | | -/250روپے |

ادارے کے مجلّات میں اشتراک اور فہرست کتب حاصل کرنے کے لیے
شعبۂ مطبوعات ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی،
فیصل مسجد کیمپس، اسلام آباد سے رابطہ کیجیے:

فون نمبر: 051-9261761-308، فیکس نمبر: 051-2250821
ای میل: iri.publications@gmail.com

# اللہ کی مدد کب آئے گی!

افشاں نوید

پھر کیا تم لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یونہی جنت کا داخلہ تمھیں مل جائے گا، حالانکہ ابھی تم پر وہ سب کچھ نہیں گزرا ہے، جو تم سے پہلے ایمان لانے والوں پر گزر چکا ہے؟ ان پر سختیاں گزریں، مصیبتیں آئیں، ہلا مارے گئے، حتیٰ کہ وقت کا رسولؐ اور اس کے ساتھی اہل ایمان چیخ اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی ___ (اس وقت انھیں تسلی دی گئی کہ) ہاں، اللہ کی مدد قریب ہے۔ (البقرہ ۲:۲۱۴)

یہی مضمون قرآن میں ان الفاظ میں دوسری جگہ بیان ہوا ہے: ''کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ بس اتنا کہنے پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ ''ہم ایمان لائے'' اور ان کو آزمایا نہ جائے گا؟ حالاں کہ ہم اُن سب لوگوں کی آزمایش کر چکے ہیں جو ان سے پہلے گزرے ہیں۔ اللہ کو تو ضرور یہ دیکھنا ہے کہ سچّے کون ہیں اور جھوٹے کون'' (العنکبوت ۲۹:۱-۲)۔ صحابہ کرامؓ کی وہ آزمایش جس کا نقشہ قرآن نے سورۂ احزاب میں کھینچا ہے، اسے بھی پیش نظر رکھیے: ''جب دشمن اُوپر سے اور نیچے سے تم پر چڑھ آئے، جب خوف کے مارے آنکھیں پتھرا گئیں، کلیجے منہ کو آ گئے، اور تم لوگ اللہ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے، اُس وقت ایمان لانے والے خوب آزمائے گئے اور بُری طرح ہلا مارے گئے''۔ یاد کرو وہ وقت جب منافقین اور وہ سب لوگ جن کے دلوں میں روگ تھا صاف صاف کہہ رہے تھے کہ اللہ اور اُس کے رسولؐ نے جو وعدے ہم سے کیے تھے وہ فریب کے سوا کچھ نہ تھے''۔ (الاحزاب ۳۳:۱۰-۱۲)

یہ اللہ کی سنت ہے جس کی کسوٹی پر ہر وہ جماعت پرکھی جاتی ہے جو حق کی حامل بن کر کھڑی

ہوتی ہے۔ ان راہوں میں جنھوں نے قدم رکھا، ان کو جو مصائب پیش آئے وہ جھنجھوڑ دیے گئے، ہلا مارے گئے۔ آپ غور تو کریں، ان الفاظ پر مَتٰی نَصْرُ اللّٰہِ (کب آئے گی اللہ کی مدد)۔ یہ الفاظ ان زبانوں سے ادا ہو رہے ہیں جن زبانوں پر سوائے ذکر اور شکر کے کچھ نہ ہوتا تھا۔ وہ قلوب مضمحل ہیں جو اللہ پر پختہ یقین رکھتے تھے، جن کی للّٰہیت اور اخلاص کے بارے میں کسی کو شک اور شبہہ نہ ہوسکتا تھا۔ کس قدر ناقابلِ بیان ہوگی وہ آزمایش جو الْبَاْسَآءُ یعنی فقر و فاقہ کی بھی ہے اور الضَّرَّآءُ یعنی درد و اذیت کی بھی۔ شدید حالتِ اضطرار میں یہ لفظ جو زبان سے ادا ہوتے ہیں مَتٰی نَصْرُ اللّٰہ، ان میں کوئی شکایت ہے نہ مایوسی، بلکہ ایک عرض ہے، التجا ہے، دعا ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کو تو بندوں کا رجوع مطلوب ہے کہ وہ رب کو پکاریں، ان کی نصرت طلب کریں، کیونکہ نصرت کا آنا تو یقینی ہے، البتہ اس کا مقام اور وقت متعین نہیں ہے۔ اس لیے اس نصرت کی طلب ہمیشہ التجا بن کر زبان پر رہنا چاہیے۔

حقائق کی دنیا میں انسانی توقعات اور منصوبے شکست و ریخت کا شکار بھی ہوتے ہیں اور اس ناکامی میں کہیں کہیں ہماری عملی کوتاہیوں کا بھی دخل ہوتا ہے۔ ''جب ہم لوگوں کو رحمت کا ذائقہ چکھاتے ہیں تو وہ اس پر پھول جاتے ہیں اور جب ان کے اپنے کیے کرتوتوں سے ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو یکا یک وہ مایوس ہونے لگتے ہیں'' (الروم ۳۰:۳۶)۔ ''انسان جلد باز مخلوق ہے، ابھی میں تم کو اپنی نشانیاں دکھائے دیتا ہوں، مجھ سے جلدی نہ مچاؤ'' (الانبیاء ۲۱:۳۷)۔ جس طرح دنیاوی امور میں ہم ہر چیز کے فوری نتائج کے خواہش مند ہوتے ہیں، اسی طرح ہم دعوت اور اصلاح اور سماج کی تبدیلی کے نتائج بھی فوری دیکھنا چاہتے ہیں۔ ''ہرگز نہیں، دراصل تم لوگ جلد حاصل ہونے والی چیز سے محبت رکھتے ہو، اور آخرت کو چھوڑ دیتے ہو'' (القیامہ ۷۵:۲۰-۲۱)۔ کبھی اس طرح کے غیر متوقع انتخابی نتائج پر ہم میں سے کچھ لوگ سوچنے لگتے ہیں کہ انتخابی جھنجھٹ کا کوئی حاصل نہیں۔ بہتر ہے کہ ہم دعوت و تبلیغ کا کام کریں، انتخابی شکست سماج میں ہمارا گراف نیچے گرا دیتی ہے۔

ہماری جو بھی حکمتِ عملی ہوتی ہے بہت سوچی سمجھی اور شورائی فیصلوں پر مبنی ہوتی ہے۔ خود مولانا مودودیؒ کی وہ تعلیمات ہمیں ازبر ہیں کہ چاہے جو بھی انتخابی نتائج ہوں، ہمیں یہ میدان خالی

نہیں چھوڑنا ہے، اور تبدیلی جب بھی آئے گی، یہی واحد راستہ ہمارے پاس ہے۔ دعوت اور تبلیغ کی ٹھنڈی سڑک سے کب ہم تبدیلیٔ امامت کی منزل تک پہنچ سکتے ہیں؟ ''اور دونوں نمایاں راستے اسے دکھا دیے، مگر اس نے دشوار گزار گھاٹی سے گزرنے کی ہمت نہ کی''۔(البلد ۹۰:۱۰-۱۱)

ہم تو تبدیلی کا داعیہ لے کر اٹھے ہیں، اپنے نصب العین سے جذباتی وابستگی اور والہانہ لگاؤ کے بغیر ہماری اذانوں میں روحِ بلالی بھلا کیسے آسکتی ہے؟ کیا کوئی شکست ہمارے جذبات کو ٹھنڈا کر دے گی یا غلطیوں کے ازالے پر اصرار ہمیں سامانِ عبرت بنا دے گا؟؟

انتخابات ایک مرحلہ ہوتے ہیں۔ ہم کسی سیاسی جماعت کے انتخابی کارکن نہیں ہیں۔ ہماری داعیانہ حیثیت ہے۔ نصرتِ الٰہی کے قانون اور فطرتِ انسانی کے متعلّق حقائق کو ہمیں سمجھنا چاہیے۔ جان رکھیے، دلوں کو بدلنے کی ذمہ داری اللہ نے ہرگز ہماری نہیں رکھی۔ ہماری صرف صاف صاف پہنچانے کی ذمہ داری ہے۔ ہم کوتوال نہیں ہیں، قرآن نے ۳۱ مقامات پر یہ بات ارشاد فرمائی ہے کہ بس تم یاددہانی کراتے جاؤ: ''پس تم نصیحت کیے جاؤ، تم بس نصیحت ہی کرنے والے ہو، کچھ ان پر جبر کرنے والے نہیں ہو''۔(الغاشیہ ۸۸:۲۱-۲۲)

کیا ہم نے گلی گلی محلّہ محلّہ جا کر اپنی حجت تمام نہیں کی ہے؟ یوم سبت کے موقع پر جب نہی عن المنکر کرنے والوں کو ان کی قوم کے شرفا نے سمجھایا کہ: ''تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنھیں اللہ ہلاک کرنے والا یا سخت سزا دینے والا ہے، تو انھوں نے جواب دیا ہم یہ سب کچھ تمھارے رب کے حضور اپنی معذرت پیش کرنے کے لیے کرتے ہیں'' (اعراف ۷:۱۶۴)۔ مسلم کی حدیث ہے: ''بے شک بنی آدم کے دل اللہ رحمٰن کی انگلیوں کے درمیان ہیں، وہ انھیں جیسے چاہتا ہے پھیرتا رہتا ہے۔ اس لیے ہم مشیت الٰہی میں دخل نہیں دے سکتے۔ مولانا مودودی سورۂ اعراف کی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''اس کی مشیت ایسی ذی اختیار مخلوق کو وجود میں لانے کی متقاضی تھی جو اپنی پسند اور اپنے انتخاب سے صحیح اور غلط ہر طرح کے راستوں پر جانے کی آزادی رکھتی ہو''۔(تفہیم القرآن، ج ۲، ص ۵۲۸)

جان رکھیے کہ اگر ایک گروہ کے صاحبِ کردار بن جانے سے غلبۂ دین ممکن ہوتا تو مکہ میں آپؐ اور آپؐ کے ساتھیوں سے بڑھ کر کون صاحبِ کردار ہوگا؟ لیکن آپ کو مکہ سے ہجرت کرنا

پڑی، حالانکہ آپ حق پر تھے اور تائید الٰہی بھی آپؐ کے ساتھ تھی۔ دراصل اللہ کو غلبۂ دین کے ساتھ یہ دیکھنا ہے کہ حق کا ساتھ دینے والے مخلص کتنے ہیں اور وہ کتنے جرأت مند ہیں۔ ''اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمھاری مدد کرے گا''۔ (محمد ۴۷:۷)

یہ ہماری فطری خواہش ہے کہ جس انقلاب کے پودے کو ہم پانی دے رہے ہیں اس کے پھل ہمیں نصیب ہوں، لیکن جان رکھیے کہ انسانی فطرت بہت مختلف ہوتی ہے۔ حق کو قبول کرنے کے مقابلے میں، کبھی تعصبات رکاوٹ بنتے ہیں تو کبھی مفادات۔ ہماری مخلصانہ خواہش ہوتی ہے کہ حق کو لوگ فوراً پہچان لیں، اس لیے کہ اس میں ان کی ہی بھلائی ہے مگر تاریخ بتاتی ہے کہ ایسا نہیں ہوتا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت علیؓ کو قبولِ حق میں ذرا بھی دیر نہ لگی، جب کہ حضرت عمر فاروقؓ جیسی جلیل القدر ہستی کو اس کش مکش میں چھے سال گزر گئے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کے حجابات مٹنے میں ۲۰ برس لگ گئے، جب کہ حضرت ابوسفیانؓ نے فیصلہ کرنے میں ۲۱ برس لیے اور آپؐ کے چچا ابوطالب زندگی کی آخری ساعتوں تک گومگو کی کیفیت میں رہے۔ اس لیے ہمارے داعیانہ کردار کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اپنی سعی احسن طریق سے جاری رکھیں کہ مستقبل کی نقشہ گری اس کے ہاتھ میں ہے جس کا وعدہ ہے کہ وہ اپنے دین کو غالب کر کے رہے گا۔

اقتدار اور بالادستی کی نئی جنگ نے جو گل کھلائے ہیں اور مظلوم انسانیت نے اس کی جو قیمت ادا کی ہے وہ ہوش ربا ہے۔ دنیا کے ہر حصّے میں توڑ پھوڑ کا عمل جاری ہے...... سیاسی قوتوں کے نشیب و فراز، قیادتوں کی تبدیلی، انقلابات کی آمد و رفت، اگر ایک طرف تبدیلی کی علامتیں ہیں تو دوسری طرف ان میں مستقبل کی تعمیر کے فکرمندوں کے لیے بڑی روشن نشانیاں اور بیش بہا قابلِ توجہ امکانات اور مواقع ہیں۔ قرآن کے مطالعے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اس ظاہری تماشے کے پیچھے ایک عظیم مقصدِ عمل بھی جاری و ساری ہے، جس سے اگر فائدہ اٹھایا جائے تو تاریخ کا رخ ہم بدل سکتے ہیں۔ ''اگر اس طرح اللہ انسانوں کے ایک گروہ کو دوسرے گروہ کے ذریعہ نہ ہٹاتا رہتا تو زمین کا نظام بگڑ جاتا، لیکن دنیا کے لوگوں پر اللہ کا بڑا فضل ہے'' (البقرہ ۲:۲۵۱)۔ ''یہ تو زمانے کے نشیب و فراز ہیں، جنھیں ہم لوگوں کے درمیان گردش دیتے رہتے ہیں۔ (تم پر یہ وقت اس لیے لایا گیا) کہ اللہ دیکھنا چاہتا ہے تا کہ تم میں سچے مومن کون ہیں اور ان لوگوں کو چھانٹ لینا چاہتا ہے

جو واقعی راستی کے گواہ ہوں، کیونکہ اللہ ظالم لوگوں کو پسند نہیں کرتا''۔ (اٰل عمرٰن ۳:۱۴۰)

مختلف حالات و واقعات کا ہم سب اپنے اپنے شعور و فکر کی روشنی میں تجزیہ کرتے ہیں اور بلاشبہہ غور و فکر کرنا چاہیے۔ اس سلسلے میں صدرالدین اصلاحی صاحب کی یہ بات قابلِ غور ہے کہ ''بلاشبہہ غور و فکر کی قوت انسان کا امتیازی جوہر ہے، اس لیے اس امر میں دو رائیں نہیں ہوسکتیں کہ اس قوت کا استعمال ہر شخص کا پیدایشی حق ہے.... یہی وجہ ہے کہ اسلام نے جو دینِ فطرت ہے، اپنی سوجھ بوجھ سے کام لینے کو انسان کے بنیادی حقوق ہی میں نہیں بلکہ اس کے بنیادی فرائض میں بھی شمار کیا ہے۔ وہ اس شخص کو جو عقل و فہم سے کام نہ لے۔ کَالْاَنْعَام (جانوروں کے مشابہ) کہتا ہے.... کسی بھی جماعت کے لیے یہ قطعی ضروری ہے کہ اس کے افراد کے اندر راے میں کسر و انکسار کی پوری صلاحیت موجود ہو۔ کوئی شخص اگر ضروری غور و فکر کے بعد ایک راے پر پہنچ جائے تو اسے اس بات کا تو پورا حق حاصل ہے کہ وہ اسے مناسب موقع پر دلائل کے ساتھ پورے زور سے پیش کرے، مگر اسے یہ حق ہرگز نہیں ہوسکتا کہ تمام لوگوں سے اسی کو بہرحال صحیح اور برحق تسلیم کرلینے پر اصرار کرے۔ اس کے بخلاف اسے اس امکان کو لازماً سامنے رکھنا چاہیے کہ اس کی راے غلط بھی ہوسکتی ہے اور دوسروں کی صحیح...... اس تحریک اور جماعت کا مستقبل کبھی روشن نہیں ہوسکتا جس کے افراد اجتماعی فیصلوں کے مقابلے میں اپنے ذوق و رجحان ہی کو نہیں بلکہ اپنی سوچی سمجھی راے کو بھی قربان کردینے کے لیے تیار نہ ہوں۔ آخر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کس بشر کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی راے اور صواب دید کو فیصلہ کن سمجھے، مگر ہمیں معلوم ہے کہ آپؐ نے بھی کئی بار دوسروں کی راے کے مقابلے میں اپنی راے ترک کردی تھی۔ (اسلامی تحریکوں کی ناکامی کے اصل اسباب، صدرالدین اصلاحی، ص ۳۹-۴۳)

اس کیفیت میں ضرورت اپنے اخلاص اور للّٰہیت کی آبیاری کی بھی ہے۔ ''اخلاص کا مطلب یہ ہے کہ تحریک کے مقصد پر دل یکسر مطمئن، اور اس کی خاطر جدوجہد کے لیے ذہن بالکل یکسو ہو...... اپنی تمام دوڑ دھوپ اسی کے لیے خالص کردی جائے۔ فکر پر وہی چھایا ہوا اور عمل و حرکت کی باگیں تمام تر اسی کے ہاتھوں میں ہوں.... للّٰہیت کا مطلب یہ ہے کہ مقصد تحریک کے ساتھ یہ تعلّق اور اس تعلّق میں یہ اخلاص، صرف اللہ کے لیے اور صرف اسی کی رضا کے لیے ہو۔ اس کی رضا

کے سوا کسی اور کی رضا کا دل میں گزر نہ ہو۔ یہی للّٰہیت وہ خاص جوہر ہے کہ کسی تحریک کو'اسلامی' بناتا ہے اور اسے دوسری تحریکات سے ممتاز کرتا ہے، ورنہ جہاں تک مطلق اخلاص کا تعلّق ہے، وہ تو غیر اسلامی تحریکوں کے لیے بھی اسی طرح ضروری ہے"۔ (ایضاً، ص ۲۰-۲۱)

آیئے! استقامت اور قبولیتِ عمل کی دعاؤں کے ساتھ ڈاکٹر نذیر احمد شہید کے وہ الفاظ پھر دُہرا لیتے ہیں جو ہمارے حوصلوں کو مہمیز دیتے ہیں:

صاحب عزیمت اُٹھتا ہے اور کہتا ہے، اگر وقت ساتھ نہیں دیتا تو میں اسے ساتھ لوں گا، سروسامان نہیں تو اپنے ہاتھ سے تیار کروں گا، اگر زمین موافق نہیں تو آسمان کو اترنا چاہیے، اگر ساتھ دینے والے آدمی نہیں ملتے تو فرشتوں کو بلاتا ہوں، اگر انسانوں کی زبانیں گنگ ہیں تو پتھروں کو بولنا چاہیے۔ اگر ساتھ چلنے والے نہیں تو کیا ہوا، درختوں کو ساتھ دوڑنا چاہیے۔ اگر دشمن بے شمار ہیں تو آسمان کی بجلیوں کا بھی کوئی شمار نہیں، اگر رکاوٹیں اور مشکلات بہت ہیں تو پہاڑوں اور طوفانوں کو کیا ہو گیا ہے کہ اُٹھیں اور راستہ صاف کریں کہ ایک صاحبِ عزیمت جادہ پیما ہے۔...... وہ زمانے پر اس لیے نظر نہیں ڈالتا کہ یہاں کیا کیا ہے جس سے دامن بھر لوں۔ وہ یہ دیکھنے کے لیے آتا ہے کہ کیا کیا نہیں ہے کہ پورا کر دوں۔ (تاریخ دعوت و عزیمت)

انتخابی مہم کے دوران ہمارے لیے دروازے بھی کھلے ہیں اور دل بھی۔ الحمدللہ ہماری دعوت میں اضافہ ہوا ہے۔ موجودہ امکانات کی روشنی میں اپنے حوصلوں کو مجتمع کرتے ہوئے اس دعوت کو نتیجہ خیز بنانے کی بھرپور منصوبہ بندی کیجیے۔ آپ کا ہر قدم فوزِ عظیم کی جانب بڑھ رہا ہے۔ ان شاء اللہ رب کی نصرتیں آپ کی منتظر ہیں۔ اللہ آپ کو استقامت اور اس راہ میں اٹھنے والے ہر قدم کا اجرِ عظیم عطا فرمائے، آمین!

---

مضمون نگار ناظمہ حلقہ خواتین صوبہ سندھ ہیں

# کلام نبویؐ کی کرنیں

مولانا عبدالمالک

**حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی کے اسلام کے حسن میں یہ بات شامل ہے کہ وہ بے فائدہ کام چھوڑ دے۔ (ابن ماجہ، ترمذی)**

لایعنی اور بے مقصد، بے فائدہ کام اور سرگرمیاں ہماری قومی زندگی اور مشغولیت کا کتنا بڑا حصہ بن چکی ہیں، نئی نسل کی ترجیحات کیا ہیں؟ ہر شخص جائزہ لے کر دیکھ سکتا ہے۔ وقت ضائع کرنے میں تکلف کرنے والے بہت کم لوگ ملتے ہیں۔ اس حدیث میں اللہ کے رسولؐ نے بڑے پیارے انداز سے بتایا ہے کہ جتنا انسان لایعنی مشاغل سے پرہیز کرے، اس کا اسلام اتنا ہی خوب صورت یعنی بہتر ہوتا ہے، زیادہ اجر دلاتا ہے اور یہاں کی زندگی بھی عزت اور سکون سے گزرتی ہے۔ رمضان المبارک کے مہینے میں بطور خاص کوشش کرنا چاہیے کہ زندگی کو___ اپنے وقت کو___ مثبت مقاصد کے لیے منظم کر کے گزاریں اور اپنے اسلام کے حسن کو خوب سے خوب تر کریں۔ رمضان المبارک کا مہینہ اسی حسن کو بڑھانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے۔ اس مہینے میں ذکرواذکار، تلاوتِ قرآن پاک، خدمتِ خلق، دین کی اشاعت، دروس قرآن و حدیث اور اشاعت لٹریچر کے ذریعے اپنے حسن کو بڑھانے کی کوشش کی جائے۔ ٹی وی ڈراموں، فحش فلموں اور لغوقسم کے ناولوں سے اپنے ایمان وعمل کو برباد نہ کیا جائے۔ اچھا کیا ہے اور بُرا کیا ہے؟ جانتے سب ہیں۔ مسئلہ تو بُرے کو چھوڑنا اور اچھے کو اختیار کرنا ہے۔ اس رمضان میں اس ارادے کو مضبوط اور توانا کیجیے کہ نیکی اختیار کریں گے، بُرائی سے بچیں گے، وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا کِرَامًا پرعمل کریں گے۔

○

**حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت کے آٹھ دروازے ہیں: ان میں سے ایک دروازہ 'ریان' ہے۔ سیر کرنے والا دروازہ، اس سے نہیں داخل**

ہوں گے مگر روزے دار۔ (متفق علیہ)

روزہ دراصل اپنی خواہشات اور دوسرے لوگوں کی خواہشات اور شیطان کے احکام کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنے کی تربیت حاصل کرنا ہے۔ اس بات کو یاد کرنا اور یاد رکھنا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے حکم کا پابند ہوں۔ حلال کھانا، حلال پینا اور حلال طریقے سے شہوت پورا کرنا، سب اس وقت ممنوع ہوجاتے ہیں جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ممانعت آجائے۔ ساری حلال چیزیں صبحِ صادق سے لے کر غروبِ شمس تک حرام ہوجاتی ہیں۔ اس لیے کہ احکم الحاکمین نے حرام کردی ہیں، اور یہی حلال چیزیں رات کے وقت حلال ہوجاتی ہیں، اس لیے کہ رب تعالیٰ نے انھیں رات کو حلال قرار دے دیا ہے۔ رمضان المبارک کے پورے مہینے میں مسلمان اس بات کو تازہ کرتے ہیں۔ رمضان المبارک جب ختم ہوجاتا ہے، عیدالفطر آتی ہے تو اس دن روزہ رکھنا حرام ہے۔ اس دن روزہ رکھنے والا شیطان کا پیروکار ہوتا ہے اور کوئی مسلمان اس بات کی جرأت نہیں کرسکتا کہ اس دن روزہ رکھے۔ روزے میں زیادہ تکلیف پیاس کی ہوتی ہے۔ اس لیے روزے دار کے لیے اللہ تعالیٰ نے خصوصی دروازہ مقرر فرمایا ہے۔ وہ ریان کا دروازہ ہے، یعنی وہ دروازہ جس سے گزرنے والے کو ٹھنڈے اور میٹھے جاموں سے سیراب کیا جائے گا۔

روزے کی یہ حقیقت تقاضا کرتی ہے کہ مسلمان معاشرے میں قرآن و سنت کی حکمرانی ہو اور وہ تمام قوانین جو خلافِ شرع ہوں بلاتاخیر ختم کردیے جائیں اور احکم الحاکمین کے نازل کردہ نظام کو نافذ کردیا جائے۔ جب تک روزے کے اس تقاضے کو پورا نہیں کیا جاتا اس وقت تک روزہ بے اثر رہے گا اور اس سے وہ اثرات مرتب نہ ہوں گے جو روزے سے مرتب ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حقیقی روزہ دار بننے کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

○

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب رمضان شریف کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیطان جکڑ دیے جاتے ہیں اور سرکش جن بھی بند کردیے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کردیے جاتے ہیں اور ان میں سے کوئی دروازہ نہیں کھلتا۔ اور جنت کے تمام دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور ان میں سے کوئی دروازہ بند نہیں ہوتا۔ بلانے والا بلاتا ہے، اے خیر کے طلب گار! آگے بڑھ اور اے شر کے طلب گار! رُک جا، اور اللہ تعالیٰ ہر رات لوگوں کو دوزخ کی آگ سے آزاد کرتے ہیں۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

ماہِ رمضان چونکہ حکومت الٰہیہ کے قیام کی تربیت کا مہینہ ہے، اس لیے اس میں شیطان جو تمام لادینی نظاموں کا سربراہ ہے، کو بیڑیاں پہنا دی جاتی ہیں، اور مسلمان اپنے نفس کو اپنی خواہشات سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں روک دیتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے ہماری تذکیر کے لیے پورا مہینہ رکھ دیا اور اس مہینے میں عبادت ہمارے لیے آسان بنا دی کہ شیطان کو بیڑیاں پہنا دیں تاکہ وہ کسی بھی قسم کی رکاوٹ نہ ڈال سکے۔ یہی وجہ ہے کہ رمضان المبارک میں مسجدیں آباد ہوتی ہیں، خواتین مسجدوں میں تراویح پڑھنے آتی ہیں تاکہ قرآن پاک مردوں سے آکر سن لیں۔ خواتین اپنے گھروں میں نماز، تلاوتِ قرآنِ پاک اور ذکر کا زیادہ اہتمام کرتی ہیں۔ یوں بندگیِ رب کا ایک موسم بہار آجاتا ہے جو پورے معاشرے کو دین کی خوشبو سے معطر کر دیتا ہے۔ یہ مہینہ اس حال میں گزرنا چاہیے کہ ہم اپنے گناہوں کو معاف کروالیں اور آیندہ کے لیے بندگیِ رب کے فریضے کے لیے تازہ دم ہو جائیں کہ یہی اس مہینے کا مقصود ہے۔

○

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے رمضان کے روزے ایمان کی بنیاد پر ثواب حاصل کرنے کے لیے رکھے تو اس کے تمام گزرے ہوئے گناہ معاف کر دیے جائیں گے، اور جس نے رمضان کی راتوں میں ایمان کے جذبے اور ثواب کی خاطر قیام کیا اس کے تمام گذشتہ گناہ معاف کر دیے جائیں گے، اور جس نے لیلۃ القدر میں جذبۂ ایمانی اور ثواب کی نیت سے قیام کیا اس کے تمام گذشتہ زمانے کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ (مشکوٰۃ، کتاب الصوم)

ایک مسلمان اگر پاک صاف ہونا چاہے تو اس کے لیے رمضان المبارک کے مہینے میں دوہرا نہیں بلکہ کئی گنا کا انتظام موجود ہے۔ اللہ رب العالمین کی ذات کتنی زیادہ مہربان ہے۔ اس نے بندوں کے تزکیے کا کس قدر وسیع انتظام فرما دیا ہے۔ دن کو روزہ رکھ کر، رات کو تراویح پڑھ کر اور لیلۃ القدر میں بیدار رہ کر انسان گناہوں کے میل کچیل کو پوری طرح صاف کر سکتا ہے بشرطیکہ ایمانی جذبہ موجود ہو اور اسے ثواب حاصل کرنے اور تزکیے کی فکرمندی نے بے قرار کیا ہوا ہو۔

بلاشبہہ رمضان المبارک تزکیے اور تطہیر کا مہینہ ہے اور اس میں تزکیے کا پورا پورا سامان کیا گیا ہے۔ انسان چاہے تو اپنے آپ کو گناہوں کے بوجھ سے آزاد کرے، روحانی قوت کو اوجِ کمال پر پہنچا کر بندگیِ رب میں مصروف ہو جائے اور قربِ الٰہی کی منازل برق رفتاری سے طے کرنا شروع کر دے۔

○

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن آدم کے ہرعمل کی نیکی دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک پہنچتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا مگر روزہ، وہ میرے لیے ہے اور میں براہِ راست اس کی جزا دوں گا، وہ اپنے کھانے اور شہوتوں کو میرے لیے چھوڑتا ہے۔ روزے دار کے لیے دو خوشیاں ہیں: ایک خوشی افطار کے وقت اور دوسری خوشی اپنے رب سے ملاقات کے وقت۔ روزے دار کے منہ کی مہک اللہ تعالیٰ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے زیادہ خوشبودار ہے اور روزہ ایک ڈھال ہے۔ پس جب تم میں سے ایک آدمی کا روزہ ہو تو وہ فحش بات نہ کرے اور شوروغوغا نہ کرے۔ اگر اس سے کوئی آدمی گالی گلوچ سے پیش آئے یا لڑائی لڑے تو وہ جواب میں یہ کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں۔ (مشکوٰۃ، متفق علیہ)

شہوت سب سے بڑا بت ہے۔ روزے کے ذریعے اسے توڑا جاتا ہے۔ اس لیے روزہ دار کی جزا بے حساب ہے۔ اسے اللہ رب العالمین براہِ راست جزا عنایت فرمائیں گے کہ اس نے سب سے بڑھ کر عبادت کی ہے اور اس بت کو توڑا ہے جو براہِ راست اللہ تعالیٰ کے مدمقابل ہے۔ اس شہوت کو شیطان ذریعہ بناتا ہے، اسی کو طاغوتی قوتیں آلۂ کار بناتی ہیں۔ جب یہ ٹوٹ جائے تو پھر شیطان بھی مایوس ہوجاتا ہے اور طاغوتی قوتیں بھی ناکام ہوجاتی ہیں لیکن یہ اس وقت ہوگا جب ایک انسان حقیقی معنی میں روزہ دار ہو۔ اس نے اس عزم کے ساتھ روزہ رکھا ہو کہ مجھے اپنی خواہشات کی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے نظام کی حکمرانی قائم کرنی ہے اور تمام حکمرانیوں اور نظاموں کو مٹا کر اللہ کے نظام کو قائم اور نافذ کرنا ہے۔ ایسا شخص اللہ کا پیارا ہے۔ اس کے منہ کی مہک بھی اللہ تعالیٰ کو پیاری ہے۔ پھر اس کے لیے روزہ ڈھال بھی ہے۔ گناہوں سے بچانے والا ہے اور روزہ افطار کرتے وقت بھی اسے خوشی حاصل ہوتی ہے۔ پانی اور کھانے سے سیراب ہوتا ہے، یہ جسمانی خوشی ہے۔ حکم الٰہی کو سرانجام دینے کی خوشی نصیب ہوتی ہے، یہ ایمانی خوشی ہے۔ پھر آخرت میں رب سے ملاقات کے وقت اس کی رضا سے سرفراز ہونے کی خوشی جو سیدھا جنت میں داخلے کا ذریعہ ہے۔ روزہ دار اپنی تمام منازل سے شاداں و فرحاں ہوکر آخری منزل پر پہنچ کر خوشیوں اور راحتوں میں مگن ہوگا۔ آئیے! اپنے روزے کو حقیقی روزہ بنا کر دنیا و آخرت کی نعمتوں سے مالا مال ہوجائیں۔

---

77

# تنظیم اور تحریک

تنظیم اور تحریک ایک ہی اجتماعیت کے دو نام ہیں۔ چند بنیادی خصوصیات جن کا تعلق کسی بھی اجتماعیت سے ہوسکتا ہے دونوں میں مشترک ہیں، مثلاً: قیادت، منصب، دستور، قواعد، ممبران، ڈھانچا وغیرہ۔ لیکن تحریک کی چند مخصوص جوہری خصوصیات ہیں جو اگر کسی تنظیم میں پائی جائیں تو وہ تنظیم سے بلند ہوکر تحریک کا روپ دھار لیتی ہے، ورنہ وہ اجتماعیت تنظیم کے سانچے میں ڈھل کر بالآخر جمود کا شکار ہو جاتی ہے۔ وہ نمایاں خصوصیات یہ ہیں:

۱- **حالات کے مطابق مقاصد کے حصول کے لیے حکمت عملی کا تعین:** دونوں مقاصد کے تحت وجود میں آتی ہیں لیکن تحریک پروان چڑھتی ہے جب حالات کا اِدراک کرتے ہوئے، مقاصد کو اہداف کی شکل میں ڈھال کر حکمت عملی کی وضاحت اور ترتیب مسلسل تبدیل کی جاتی ہے۔

۲- **حکمت عملی کے مطابق تنظیمی ڈھانچے کی تشکیل:** تحریک کے لیے تنظیم گاڑی کے پہیے کی طرح ہے۔ اسے حکمت عملی کے تابع ہونا ہے نہ کہ حکمت عملی کو تنظیمی ڈھانچے کے___ تحریک مقاصد پر نظر رکھتے ہوئے جو حکمت عملی طے کرے، وہ تنظیمی ڈھانچے کو ہم آہنگ ہونے پر یقینی بناتی ہے۔

۳- **حکمت عملی کے مطابق کرداروں کی تشکیل:** تنظیم کا دارومدار مناصب اور قواعد پر ہوتا ہے۔ تحریک کا وجود اِن کرداروں کا متلاشی ہوتا ہے جو کارکردگی کی ضمانت دیں۔ تنظیم اپنے قواعد کی پابند ہوتی ہے اور روایات کی اسیر بن کر استحکام کو تلاش کرتی ہے۔ تحریک تبدیلی کی خوگر ہوتی ہے اور تبدیلی لانے کے لیے روایات کے بجائے اقدار کو اصل قرار دیتی ہے۔ اقدار کے مطابق نئی روایات کو جنم دیتی ہے۔

۴- **سرحدوں کا انکار:** تنظیم کی بنیادی خصوصیّت یہ ہوتی ہے کہ بڑے شوق سے ہر وقت وہ طے کرتی رہتی ہے کہ کون اندر ہے اور کس درجے میں اندر ہے، اور کون باہر ہے اور کس انداز سے باہر ہے___ تحریک اندر اور باہر کی تفریق مٹا دیتی ہے اور کاررواں کی مانند ہر ایک کو شریکِ سفر مان کر اعتماد دیتی ہے۔

۵- **مستقبل کی تلاش حال میں:** تنظیم ماضی کا بوجھ اُٹھا کر حال میں چلنے کی کوشش کرتی ہے، جب کہ تحریک مستقبل کا خواب سجائے حال کو متاثر کرنے کی کوشش کرتی ہے۔

سنابل العلم

# قلب کی اصلاح: اہمیّت وضرورت

محمد مقصود عالم رشادی

یوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر حدیث اہم، قیمتی اور انسانوں کے لیے بالخصوص مومنوں کے لیے آب حیات کی حیثیت رکھتی ہے لیکن بعض حدیثیں ایسی بھی ہیں جو بہت زیادہ اہمیّت کی حامل ہیں۔ بالخصوص تین حدیثیں جن کے بارے میں علمائے کرام نے فرمایا ہے کہ اسلام کی تمام تر تعلیمات ان میں داخل ہیں۔ گویا دین اسلام کا مدار ان تین حدیثوں پر ہے۔ ان میں پہلی حدیث یہ ہے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو! انسانی جسم میں ایک گوشت کا لوتھڑا ہے۔ اگر وہ درست ہو تو سارا جسم درست رہتا ہے اور اگر وہ بگڑ گیا تو سارا جسم بگڑ ہو جائے گا۔ جان لو کہ یہ قلب ہے'' (بخاری، مسلم)۔ دوسری حدیث یہ ہے کہ اعمال کی قبولیت کا دارومدار اخلاصِ نیت پر ہے۔ تیسری حدیث یوں ہے کہ مومن کے اسلام کے حسن کی خوبی یہ ہے کہ وہ بے کار اور فضول باتوں سے اور بے کار کاموں سے اپنے آپ کو بچائے رکھے۔

یہ تینوں حدیثیں اپنے اندر جامعیت رکھتی ہیں۔ ان میں پہلی حدیث اس وقت موضوعِ تحریر ہے، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصلاح قلب کی اہمیّت بیان فرمائی ہے۔ اس حدیث کے راوی حضرت نعمان بن بشیرؓ ہیں۔ یہ انصاری صحابی ہیں۔ نبی اکرمؐ کے مدینہ منورہ رونق افروز ہونے کے بعد سب سے پہلے بچے ہیں جو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ یہ اور ان کے والدین دونوں ہی صحابی ہیں۔ کوفہ جو عراق میں واقع ہے، وہاں رہتے تھے اور ملک شام کے ایک شہر حمص کے گورنر بنائے گئے، اور سب سے اہم بات یہ کہ مذکورہ حدیث انھوں نے آٹھ سال کی عمر میں رسولؐ اللہ

سے سماعت فرمائی اور جب بالغ ہوئے تو ممبر پر بیان کی جس کو صحابہ کرامؓ نے قبول فرمالیا۔

## قلب کی اہمیت

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دل اگر چہ چھوٹا سا گوشت کا لوتھڑا ہے لیکن پورے قالب، یعنی جسم کی اصلاح اس قلب کی اصلاح پر موقوف ہے۔ اس لیے کہ قلب جسم کا بادشاہ ہے، جب بادشاہ صحیح ہوگا تو ساری رعایا بھی صحیح ہوگی۔ قلب کے ٹھیک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جب قلب نورِ ایمان سے منور ہو جائے اور اس میں نورِ عرفان اور نورِ ایقان آ جائے تو سمجھ لو کہ قلب کی اصلاح ہوگئی اور جسم کے تمام اعضا سے بھی اعمالِ صالحہ، اخلاقِ حمیدہ اور احوالِ جمیلہ ظاہر ہوں گے، لیکن جب قلب کفر و شرک کی ظلمتوں، شکوک و شبہات اور نفاق کی برائیوں سے خراب ہو جائے گا تو پھر جسم کے اعضا سے بھی برے اعمال ہی صادر ہوں گے۔ چنانچہ ہر شخص پر یہ لازم ہے کہ اپنے قلب کی نگرانی کرے اور اس کو خواہشات نفسانی میں مشغول و مصروف ہونے سے روکے رکھے۔ اس حدیث کی شرح میں حضرت ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ نہایت اہم امور میں سے ہے کہ قلب کی اصلاح اور نگرانی ہو، ورنہ یہ کبھی بھی بدل سکتا ہے۔ قلب کے معنی ہی بدلنے کے ہیں۔ دل کو عربی میں قلب اس لیے کہتے ہیں کہ وہ ہر وقت بدلتا رہتا ہے، چنانچہ ہر وقت نگرانی کی ضرورت ہے کہ یہ قلب حق سے باطل کی طرف نہ پھر جائے یا اچھائی سے برائی کی طرف رُخ نہ پھیر لے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت اُمِ سلمہؓ روایت فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر دعا مانگا کرتے تھے: ''اے اللہ ہمارے قلوب کو اپنے دین حق پر ہمیشہ ثابت قدم رکھ'' (بخاری)۔ اگر قالب سے گناہ سرزد ہو جائے تو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ قلب میں فساد ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کے تذکرے میں ایک جگہ ارشاد فرمایا: ''اے میرے رب، مجھے اس دن رسوا نہ کر، جب کہ سب لوگ زندہ کر کے اُٹھائے جائیں گے، جب کہ نہ مال کوئی فائدہ دے گا نہ اولاد، بجز اس کے کہ کوئی شخص قلبِ سلیم لیے ہوئے اللہ کے حضور حاضر ہو'' (الشعراء ۲۶:۸۷-۸۹)۔ یہ بہت اہم بات ہے کہ جس انسان کا قلب 'قلب سلیم' ہوگا وہ نجات پائے گا۔ قلب جب صالح ہو جاتا ہے، اس کو قلب سلیم کہا جاتا ہے۔ علامہ آلوسیؒ نے روح المعانی میں قلبِ سلیم کے پانچ پہلو بیان کیے ہیں۔ پہلا یہ کہ وہ قلب جو غلط قسم کے عقیدوں، کفر و شرک،

نفاق و بدعت سے خالی ہو۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ قلب سلیم وہ ہے جو اپنی اولاد کو حق کی رُشد و ہدایت کی طرف راہ بتاتا ہے، چوتھی تفسیر یہ کہ قلب سلیم وہ قلب ہے جس میں ایسی شہوت اور خواہشاتِ نفس نہ ہوں جو جہنّم کی طرف لے جانے والی ہوں۔ حضرت سفیان کی طرف سے پانچویں تفسیر یوں ہے کہ قلب سلیم وہ قلب ہے جس میں اللہ کے علاوہ کوئی اور نہ ہو۔ اس حدیث سے اصلاحِ قلب کی اہمیّت پر روشنی پڑتی ہے۔ جس طرح بدن بیمار ہوتا ہے اور اس کے لیے علاج کی ضرورت پڑتی ہے، اسی طرح قلب بھی بیمار ہو جاتا ہے اور اس کا علاج کروانے اور اصلاح کی ضرورت پڑتی ہے۔

## دل اور قرآن مجید

دل کی بیماریاں کیا ہیں اور ان کا علاج کیسے ہو؟ اس سے قبل یہ جان لیجیے کہ دل کی اہمیّت اتنی ہے کہ اللہ رب العالمین نے قرآن مجید میں اس کا بارہا تذکرہ فرمایا ہے۔ اس کی اہمیّت اور اس کو وسوسوں اور بے کار خیالات سے بچانے اور اس کی اصلاح کی طرف متوجہ فرمایا ہے۔ قلب کی مختلف کیفیتوں اور حالتوں کے اعتبار سے ۱۵ مقامات پر تذکرہ فرمایا ہے، جن سے معلوم کیا جاسکتا ہے کہ انسانی قلب کی کیفیات اور اس میں پیدا ہونے والے حالات کی اصلاح کیسے کرنی چاہیے۔

## سخت دل

سورۂ بقرہ میں فرمایا گیا: ''آخر کار تمھارے دل سخت ہو گئے، پتھروں کی طرح سخت بلکہ سختی میں کچھ ان سے بھی بڑھے ہوئے، کیونکہ پتھروں میں سے تو کوئی ایسا بھی ہوتا ہے جس میں سے چشمے پھوٹ بہتے ہیں، کوئی پھٹتا ہے اور اس میں سے پانی نکل آتا ہے، اور کوئی خدا کے خوف سے لرز کر گر بھی پڑتا ہے۔ اللہ تمھارے کرتوتوں سے بے خبر نہیں ہے'' (البقرہ ۲:۷۴)۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنی آدم کے قلوب اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں۔ وہ ان کو جیسے چاہتا ہے پھیر دیتا ہے۔ پھر اس کے بعد رسولؐ اللہ نے یہ دعا فرمائی: ''اے دلوں کے پھیرنے والے اللہ ہمارے دلوں کو اپنی اطاعت کی طرف پھیر دے''۔ (مسلم)

انسانی قلب زمین کے مانند ہیں۔ انسان اگر ایک عرصے تک زمین پر محنت نہ کرے، کاشت نہ کرے تو وہ سخت اور بنجر ہو جاتی ہے اور اس زمین سے پیداوار بھی متاثر ہو جاتی ہے۔

اسی طرح انسان جب دل پر محنت کرنا چھوڑ دیتا ہے تو وہ رفتہ رفتہ سخت ہوتا چلا جاتا ہے اور جب انسان کا دل گناہوں کے سبب سخت ہوجاتا ہے، اس میں خوفِ خدا نہیں ہوتا، تو پتھر بھی دل کی اس سختی سے شرماجاتے ہیں۔ دل انسان کے پاس بڑا سرمایہ ہے۔ اس پر محنت کر کے اس کا تزکیہ کرلے تو کامیاب، ورنہ آخرت کے اعتبار سے اسے ناکارہ اور ناکام انسان کہا جائے گا۔

## زنگ آلود دل

گناہوں اور بدکاریوں کی وجہ سے انسانی دل زنگ آلود ہوجاتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ حق بات اس کی سمجھ میں نہیں آتی۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ’’دراصل ان لوگوں کے دلوں پر ان کے بُرے اعمال کا زنگ لگ گیا ہے‘‘۔(المطففین ۸۳:۱۴)۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’مومن جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نقطہ پیدا ہوجاتا ہے۔ پھر اگر وہ توبہ کرلیتا ہے، ڈر جاتا ہے، استغفار کرلیتا ہے تو دل کا وہ سیاہ دھبہ مٹ جاتا ہے لیکن بجائے توبہ کے اور گناہ کرتا ہے تو وہ نقطہ اور بڑھ جاتا ہے یہاں تک کہ وہ اس کے دل پر چھا جاتا ہے‘‘(ترمذی)۔ یہی ہے وہ رَانَ جس کا تذکرہ مذکورہ آیت میں فرمایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بیان کرنے سے ہی معلوم ہوسکتا ہے، اس لیے کہ دل ہماری نگاہوں کے سامنے نہیں ہے۔ ہم اس دھبے کو نہیں دیکھ سکتے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دھبے کو دھونے اور دل کو صاف کرنے کا طریقہ بیان فرمادیا ہے، چنانچہ بندگان مومن کو چاہیے کہ نافرمانی یا گناہ کرنے کے بعد فوراً رجوع الی اللہ اور انابت الی اللہ کا ثبوت دیں، توبہ واستغفار کے ذریعے دل کو برباد ہونے سے بچالیں، بصورتِ دیگر دل کی بربادی ایمان کی بربادی کے مترادف ہے اور ایمان کی بربادی دائمی نقصان وخسران کا سبب بن سکتی ہے۔ اعاذنا اللّٰہ منه ۔

## گنہگار دل

قرآن مجید میں ہے کہ ’’جو شہادت چھپاتا ہے، اس کا دل گناہ میں آلودہ ہوتا ہے اور اللہ تمھارے اعمال سے بے خبر نہیں ہے‘‘(البقرہ ۲:۲۸۳)۔ اس آیت میں صاف طور سے بیان کیا گیا ہے کہ اللہ کی فرماں برداری سے انحراف دل کو گنہگار بنا دیتا ہے۔ گنہگار دل میں اللہ تعالیٰ کی

محبت اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اُلفت نہیں آتی، بلکہ نافرمانی اور شہوات کی محبت ہی جگہ پکڑتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں ہی فرمایا ہے کہ دل نیک ہو تو سارا جسم نیک ہوتا ہے، اور یہ گنہگار ہو جائے تو دل مسخ ہو جاتا ہے۔

## ٹیڑھا دل

ٹیڑھے دل کا بھی قرآن مجید میں تذکرہ ہے۔ فرمایا: ''جن لوگوں کے دلوں میں ٹیڑھ ہے، وہ فتنے کی تلاش میں ہمیشہ متشابہات ہی کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور ان کو معنی پہنانے کی کوشش کیا کرتے ہیں، حالانکہ ان کا حقیقی مفہوم اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا'' (اٰل عمران ۳:۷)۔ اللہ تعالیٰ دل کے اس ٹیڑھ پن سے حفاظت فرمانے والی ہے۔ اس لیے کہ اللہ پاک نے قرآن مجید میں دعا سکھائی ہے: ''اے ہمارے پروردگار، جب کہ تو ہمیں سیدھے راستے پر لگا چکا ہے پھر کہیں ہمارے دلوں کو کجی میں مبتلا نہ فرما، اپنے خزانۂ فیض سے رحمت عطا فرما کہ تو ہی فیاض حقیقی ہے''۔ یہ دعا جس میں دل کی سلامتی کی دعا مانگنا خود قرآن کریم نے سکھایا ہے، اس کی تفسیر میں علما نے لکھا ہے کہ اس میں دو چیزیں مانگی گئی ہیں، دین و ایمان پر استقامت اور دوسری چیز حسن خاتمہ۔ یہ دونوں نعمتیں اس دعا میں شامل ہیں۔ ربنا لا تزغ قلوبنا، میں دین و ایمان پر استقامت کا مانگنا سکھایا اور وھب لنا من لدنك رحمة، میں حسن خاتمہ یا خاتمہ بالخیر۔ جو اس کو مانگے گا وہ دل کے ٹیڑھ پن سے بھی محفوظ رہے گا اور آخری گھڑیوں میں بھی اللہ تعالیٰ دستگیری فرمائیں گے اور حسن خاتمہ نصیب ہو گا۔ وہ لوگ دانش مند ہیں جو اپنے دل کی حفاظت کے لیے یہ دعا ہمیشہ استحضار کے ساتھ مانگتے ہیں۔ زندگی کے کسی بھی لمحے میں یہ دعا قبول ہو جائے تو بیڑا پار لگ جائے گا۔

## غور و فکر نہ کرنے والے دل

کچھ دل ایسے بھی ہوتے ہیں جو غافل اور کبھی غور و فکر نہ کرنے والے ہوتے ہیں۔ یہ بھی ناکام ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اور یہ حقیقت ہے کہ بہت سے جن اور انسان ایسے ہیں جن کو ہم نے جہنّم ہی کے لیے پیدا کیا ہے۔ ان کے پاس دل ہیں مگر وہ ان سے سوچتے نہیں۔ ان کے پاس آنکھیں ہیں مگر وہ ان سے دیکھتے نہیں۔ ان کے پاس کان ہیں مگر وہ ان سے سنتے نہیں۔ وہ

جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گئے گزرے، یہ وہ لوگ ہیں جو غفلت میں کھوئے ہیں'' (اعراف ۷:۱۷۹)۔ گویا ان کے پاس دل، آنکھ، کان سب ہیں لیکن اللہ کی آیتوں پر غور وفکر نہیں کرتے، یہ جانوروں سے بدتر ہیں۔ یہ انسان ہو کر جانوروں کی طرح زندگی گزارنا چاہتے ہیں تو ظاہر ہے کہ ان سے بہتر جانور ہیں کہ وہ اپنے اعضا سے اتنا فائدہ ضرور حاصل کر لیتے ہیں جو قدرت نے ان کے لیے مقرر کر دیا ہے، زیادہ کی ان میں استعداد نہیں ہے، لیکن ان لوگوں میں روحانی وعرفانی ترقیات کی جو فطری قوت واستعداد ودیعت کی گئی ہے، اسے غفلت اور بے راہ روی سے خود اپنے ہاتھوں ضائع ومعطل کر دیتے ہیں (تفسیر عثمانی)۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ کے الفاظ سے اسی غفلت کی طرف اشارہ ہے کہ غفلت بے حد خطرناک ہے۔ اس کا اثر انسانی قلب پر پڑتا ہے، اور دل اس قابل نہیں رہ جاتا کہ اس میں کوئی حق بات اثر کرے یا اللہ تعالیٰ کی طرف انابت ورجوع کی کیفیت اس میں آئے جس کو قرآن مجید میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے قلوب پر مہر لگا دی اور ان کانوں پر بھی اور ان کی آنکھوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔ اور آخر آیت میں اس کی سزا بھی بیان فرما دی ہے کہ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ، انھیں عذاب الیم ہوگا۔

## لرزنے والا دل

کچھ دل ایسے ہوتے ہیں جو اللہ کا نام سن کر لرز جاتے ہیں اور قرآن کریم کی آیت کو سنتے ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے۔ یہ قابل تعریف دل ہیں۔ ان کی طرف ان الفاظ میں اشارہ فرمایا: ''سچے اہل ایمان تو وہ لوگ ہیں جن کے دل اللہ کا ذکر سن کر لرز جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیات ان کے سامنے پڑھی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے اور وہ اپنے رب پر اعتماد رکھتے ہیں'' (الانفال ۸:۲)۔ قرآنی آیات کا اور اللہ پاک کے نام کو سن کر اثر لینا راست طور پر انسانی قلب سے ہے۔ لہٰذا قرآن کریم سے فائدہ حاصل کرنے کے لیے اس دل کا صحیح ہونا لازم ہے جس کے لیے ہمیشہ اس کی اصلاح کی فکر کرنے کی ضرورت ہے۔

## مہر لگے ہوئے دل

قرآن مجید میں کچھ دلوں کا تذکرہ یہ بھی ہے کہ ان دلوں پر مہر لگ چکی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی

طرف سے نہیں بلکہ خود ان دل والوں کے غلط اعمال کی وجہ سے ہے۔ چنانچہ فرمایا: ''اس طرح ہم حد سے گزر جانے والوں کے دلوں پر ٹھپّہ لگا دیتے ہیں'' (یونس ۱۰:۷۴)۔ یہاں مہر لگنے کی وجہ بھی بیان کی گئی ہے، یعنی نافرمانی میں حد سے گزرنا اور کفر وشرک میں بڑھتے چلے جانا۔ یہ سب مہر لگنے کا ذکر ہے۔ دلوں پر مہر کیسے لگتی ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک داغ لگا دیا جاتا ہے۔ پھر گناہ کرتا ہے تو پھر ایک داغ لگا دیا جاتا ہے۔ اس طرح داغ لگتے رہتے ہیں تو ایک وقت ایسا آتا ہے کہ دل بالکل سیاہ ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ اس پر مہر لگا دی جاتی ہے۔ پھر یہ انسان کبھی نیکی اور حق کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ وہ صلاحیت بالکل ہی ختم ہو جاتی ہے۔ اللہ ہماری حفاظت فرمائے۔

## مطمئن دل

قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے: ''خبردار رہو! اللہ کی یاد ہی وہ چیز ہے جس سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوا کرتا ہے'' (الرعد ۱۳:۲۸)۔ گویا دولت، حکومت، منصب، جاگیر یا انسانی ہوس، کوئی ایسی شے نہیں ہے جس سے انسان کے دل کو اطمینان مل سکے۔ اگر سکونِ قلب جیسی دولت ونعمت حاصل ہو سکتی ہے تو وہ صرف اللہ کی یاد اور اس کی عبادت واطاعت سے ہی ہو سکتی ہے۔ ایسے دل کو مطمئن دل کہتے ہیں، جو ایک سچّے مومن کو حاصل ہوتا ہے۔

## اندھے دل

اللہ پاک فرماتے ہیں کہ کچھ دل اندھے ہوتے ہیں، چنانچہ فرمایا: کیا یہ لوگ زمین پر چلے پھرے نہیں ہیں کہ ان کے دل سمجھنے والے یا ان کے کان سننے والے ہوتے۔ حقیقت یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔ گویا آنکھوں نے دیکھا اور دل نے غور نہ کیا تو وہ نہ دیکھنے کے برابر ہے، باوجودیکہ ظاہری آنکھیں کھلی ہوئی ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ اندھا پن سب سے زیادہ خطرناک وہی ہے جو دل کا اندھا پن ہے۔ العیاذ باللّٰہ۔

دل کا اندھا پن جتنا گہرا ہوتا جاتا ہے اتنا ہی اس شخص پر بڑے بڑے گناہ ہلکے معلوم ہوتے ہیں، یہاں تک کہ کفر وشرک جیسے گناہ بھی معمولی معلوم پڑتے ہیں۔ ایک قوم ایسی گزری ہے

کہ اللہ تعالیٰ نے پوری قوم کے بارے میں فرمایا: وہ پوری قوم اندھی تھی۔ مطلب یہ نہیں کہ ظاہری آنکھیں اندھی تھیں یا نابینا تھے۔ نہیں، بلکہ دل کے اندھے تھے کہ اپنے نبی کے مقام کو نہ پہچانا اور ایمان قبول نہ کیا۔ یہ اندھا پن ہے۔ ایک جگہ ارشاد ربانی ہے: ''اور جو اس دنیا میں اندھا رہا وہ آخرت میں بھی اندھا رہے گا''۔ مطلب یہ ہے کہ جو اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے چشم پوشی کرتا رہا، نظر انداز کرتا رہا، اور اس کے حکموں سے اندھا بنا رہا، اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کی بینائی چھین لیں گے۔ ''اور جو میرے 'ذکر' (درسِ نصیحت) سے منہ موڑے گا اس کے لیے دنیا میں تنگ زندگی ہوگی اور قیامت کے روز ہم اسے اندھا اُٹھائیں گے۔ وہ کہے گا: ''پروردگار، دنیا میں تو مَیں آنکھوں والا تھا، یہاں مجھے اندھا کیوں اُٹھایا؟'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''ہاں، اسی طرح تو ہماری آیات کو، جب کہ وہ تیرے پاس آئیں تھیں تُو نے بھلا دیا تھا۔ اُسی طرح آج تو بھلایا جا رہا ہے''۔ (طٰہٰ ۲۰:۱۲۴-۱۲۶)

## سلامتی والے دل

قرآن مجید میں قلب سلیم سے مراد اچھا بھلا چنگا دل ہے جو کفر و نفاق اور فاسد عقیدوں سے پاک ہو وہی قیامت میں کام آئے گا، اور نجات نصیب ہوگی۔ قلب سلیم سے مراد شرک و شک اور نفاق سے پاک دل ہے۔ گناہ تو ہر کسی سے ہوتے ہیں اور اس کی توبہ سے وہ پاک ہو جاتے ہیں۔

## ایمان سے محروم دل

سورۂ زمر میں آیت نمبر ۴۵ میں ہے کہ: ''جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو آخرت پر ایمان نہ رکھنے والوں کے دل کڑھنے لگتے ہیں اور جب اس کے سوا دوسروں کا ذکر ہوتا ہے تو یکایک وہ خوشی سے کھل اٹھتے ہیں''۔ یہ بے ایمانوں کا دل ہے جنھیں اللہ کے نام سے چڑ ہے یا پسند نہیں کرتے لیکن اللہ کے علاوہ کسی اور کا تذکرہ ہو تو یہ ان کے لیے باعث مسرت ہوتا ہے۔ اس دل میں کوئی خیر نہیں۔

## تکبر والا دل

ایک دل وہ بھی ہے جس میں تکبر اور غرور کی بیماری بھری ہوئی ہوتی ہے۔ چنانچہ فرمایا: ''اللہ ہر متکبر و جبار کے دل پر ٹھپہ لگا دیتا ہے''۔ (المومن ۴۰:۳۵)۔ تکبر بہت ہی بڑی برائی ہے، جس دل میں تکبر جڑ پکڑ لے اس دل کا خدا ہی محافظ ہے۔ آدمی کو ہمیشہ متواضع رہنا چاہیے۔ یہ اچھے

انسان اور مومن کی علامت ہے۔ بڑائی تو اللہ کے لیے ہے۔ فرمایا: بڑائی میری چادر ہے، جو تکبر کرے گا گویا وہ میری چادر کھینچنے کی کوشش کر رہا ہے۔ ایسے کے ساتھ کیا سلوک ہوگا، وہ سمجھنا آسان ہے۔ صوفیاے کرام اور اولیا اللہ اپنے سروں کو سب سے پہلے اللہ کے آگے جھکاتے ہیں اور دل کی اس بیماری کا علاج کرتے ہیں۔ کوئی علم والا علم کی وجہ سے، یا کوئی مال والا مال کی وجہ سے، یا کوئی بھی شخص اپنی کسی خوبی کی بنا پر بڑائی نہ کرے۔ اس لیے کہ ہر قسم کی خوبی کسی کی ذاتی نہیں بلکہ اللہ کی دین ہے، تو اس پر تکبر کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔ اپنے دل کی حفاظت کرنا چاہیے کہ اس میں کب تکبر آجائے۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ ہر موقع کے لیے دعا سکھائی ہے کہ کسی بھی وقت اللہ کو نہ بھلائے اور نعمت اس کی طرف سے سمجھے اور شکر و امتنان کے جذبات قلب میں پیدا کرے تو یہ قلب متواضع ہوگا۔ قلب متکبر اللہ کو پسند نہیں، اس لیے آیت مذکور میں فرمایا کہ متکبر دل پر اللہ تعالیٰ مہر لگا دیتے ہیں کہ وہ کوئی حق بات کو سمجھنے کی صلاحیت سے محروم ہو جاتا ہے، اللہ بچائے رکھے۔

## ایمان والے دل

''کیا ایمان لانے والوں کے لیے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر سے پگھلیں اور اس کے نازل کردہ حق کے آگے جھکیں اور وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جنھیں پہلے کتاب دی گئی تھی، پھر ایک لمبی مدت ان پر گزر گئی تو ان کے دل سخت ہو گئے اور آج ان میں سے اکثر فاسق بنے ہوئے ہیں؟'' (الحدید ۵۷:۱۶)۔ یہی وہ آیت تھی جسے سن کر حضرت فضیل بن عیاضؒ نے توبہ کی تھی اور بہت بڑے اللہ والے بن گئے۔ انسان جب توبہ کرتا ہے تو دل کی سیاہی دُور ہو جاتی ہے، دل کی ظلمت دور ہو جاتی ہے اور دل کی سختی ختم ہو جاتی ہے۔ توبہ واستغفار سے دل دُھل جاتا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت ابراہیمؑ کو وحی کی گئی کہ اپنے دل کو دھو لیا کرو، آپ کہنے لگے: اے اللہ! پانی تو وہاں پہنچتا ہی نہیں میں اس کو کیسے دھوؤں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ دل پانی سے نہیں، یہ تو میرے سامنے رونے سے دُھلتا ہے، یعنی تو اگر میرے سامنے عاجزی اور آہ وزاری کرے گا تو ان آنسوؤں کے گرنے سے تیرے دل کو صاف کر دیا جائے گا۔ دل اس طرح دھلتا ہے۔

قرآن مجید صاحبِ قلب کے لیے نصیحت ہے: ''بے شک اس سورہ یا قرآن مجید میں نصیحت ہے اس شخص کے لیے جس کا قلب ہو یا وہ کان لگا کر پوری حاضر دماغی کے ساتھ سن رہا

ہو‘‘۔ اس لیے علما نے لکھا ہے جتنے احکام انھیں ملے ہیں، ان کا مخاطب قلب ہی ہے اور دل ایمان کی جگہ ہے اور ہاتھ اور پیر اسلام کی جگہ ہیں۔ ایمان چھپی ہوئی شے ہے، جو دل میں رہتا ہے۔ اس لیے حدیث میں فرمایا گیا کہ ایمان چھپی ہوئی شے ہے جس کو دل لیے ہوئے ہے اور اسلام کھلی ہوئی شے ہے جو ہاتھ پاؤں سے ظاہر ہوتی ہے، تو سب جگہ قلب ہی مخاطب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی قیمت لگا دی ہے۔ انسان کے نفس کو اور مال کو جنت کے بدلے خرید لیا ہے۔ نفس کی قیمت جنت لگا دی لیکن دل کی قیمت اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے، لہٰذا جو انسان اپنا دل اللہ تعالیٰ کے حوالے کردے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو اپنا دیدار عطا فرمائیں گے۔ چنانچہ فرمایا: ’’اُس روز کچھ چہرے تروتازہ ہوں گے، اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے‘‘ (القیامۃ ۷۵:۲۲-۲۳)۔ یہ کیسے خوش نصیب لوگ ہوں گے کہ جو قیامت کے دن اچھے حال میں کھڑے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ نے جنت کو بنایا تو اس کی کنجی رضوان کے ہاتھ دے دی، اور جہنّم بنایا تو اس کی کنجی اللہ تعالیٰ نے جہنّم کے داروغہ کو دے دی، اور اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کو اپنا گھر بنایا اور اس کی کنجی بنی شیبہ نامی خاندان کو دے دی کہ قیامت تک ان کے پاس رہے گی، کسی اور کے پاس نہیں جاسکتی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کا دل بنایا مگر اس کی کنجی اپنے دستِ قدرت میں رکھی، وہی دلوں کو پھیرنے والا ہے، وہ جسے چاہتا ہے اُلٹ پھیر کر دیتا ہے۔ گویا ہمارے دل کا تالا اگر کھل سکتا ہے تو اللہ رب العزت کی رحمت کے ساتھ کھل سکتا ہے، لہٰذا ہمیں چاہیے کہ اللہ رب العزت کے حضور دعائیں کریں، اللہ تعالیٰ سے طلب کریں اور فریاد کریں کہ رب کریم جب ہمارے دلوں کا معاملہ آپ کی دو انگلیوں کے درمیان میں ہے تو دل کے تالے کو خیر کے لیے کھول دے تاکہ ہم بھی آپ کی محبت بھری زندگی کو اختیار کرسکیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مشہور دعا کریں، یامقلب القلوب ثبت قلبی علی دینك، ’’اے دلوں کے پلٹنے والے ہمارے دلوں کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھ‘‘۔ حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ فرماتے ہیں کہ جس پر نصیحت اثر نہ کرے وہ جان لے کہ اس کا دل ایمان سے خالی ہے۔ حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ دل کو روشن کرنا ہو تو غیرضروری باتوں سے پرہیز کرو۔ بزرگوں نے لکھا ہے کہ اللہ پاک کے ناموں میں ایک نام ’النور‘ ہے، اس کا ذکر کثرت سے کرنے سے قلب کو نور حاصل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قلبِ سلیم سے نوازے، آمین!

# رمضان المبارک ــــ تقویٰ، تشکّر، تکبیر اور احتساب کا مہینہ

ڈاکٹر انیس احمد

اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں کے لیے نعمتوں اور انعامات کا شمار ممکن نہیں لیکن اللہ کی ان نعمتوں میں رمضان المبارک کو ایک منفرد حیثیت حاصل ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مہینے کا انتظار رہتا تھا اور اس کا وہ جس شوق کے ساتھ استقبال کرتے تھے، اس کا احساس اور ذکر خود ایمان افروز اور اس انعامِ الٰہی کی قدر و منزلت کو سمجھنے اور اس سے فائدہ اُٹھانے کے لیے مہمیز کا کام کرتا ہے۔ آپؐ رجب کا چاند دیکھتے تو دعا فرمایا کرتے تھے کہ

اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِی رَجَبْ وَشَعْبَان وَبلغنَا رَمضَان، اے اللہ! ہمارے لیے رجب اور شعبان کے مہینوں میں برکت عطا فرما اور ہمیں رمضان کے مہینے تک پہنچا دے۔

اور پھر جب رمضان کا چاند نظر آجاتا تو لسان نبویؐ سے یہ الفاظ گوہر بن کر ضوفشاں ہوتے:

اَللّٰھُمَّ اَھلِہٗ عَلَیْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِیمَانِ والسَّلَامۃِ والْاسِلَام ربّی وربّك اللّٰہ (بخاری) اے اللہ! ہم پر یہ چاند امن و ایمان اور سلامتی اور اسلام کے ساتھ طلوع فرما۔ (اے چاند) میرا اور تیرا رب اللہ ہی ہے۔

حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کی آخری تاریخ کو ایک خطبہ دیا جس میں رمضان کے بابرکت مہینے کے استقبال کے لیے ہمیں اس طرح تیار فرمایا:

اے لوگو! بہت بڑی عظمت اور بابرکت والا مہینہ تم پر سایہ فگن ہونے والا ہے۔ اس مبارک مہینے کی ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اللہ نے اس مہینے کے روزے تم پر فرض کیے ہیں، اور رات کے قیام (مسنون تراویح) کو نفل قرار دیا ہے۔ جو شخص اس مہینے

میں دل کی خوشی سے ایک نیکی کا کام کرے گا اس کو دوسرے مہینوں کے فرض کے برابر ثواب ملے گا، اور جو شخص اس مہینے میں ایک فرض ادا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو دوسرے مہینوں کے ۷۰ فرضوں کے برابر ثواب بخشے گا۔ یہ 'صبر' کا مہینہ ہے، صبر کا اجر جنت ہے اور یہ غریبوں کی مالی ہمدردی اور امداد کا مہینہ ہے۔ (مشکوٰۃ)

رمضان کی برکتوں کا ذکر فرماتے ہوئے آپؐ نے اس خطبے میں روزے کے دو اہم پہلوؤں کو اُجاگر فرمایا ہے جو روزے کی روح اور مقصد کو سمجھنے میں مدد دیتے ہیں، یعنی صبر کا مہینہ اور مواساۃ کا مہینہ، یعنی غریبوں اور دوسرے انسانوں کے لیے مالی ہمدردی اور امداد کا مہینہ۔ صبر کا تعلّق خواہشات اور جذبات پر قابو کی صلاحیت پیدا کر کے اور رب کی اطاعت اور حق کی راہ میں ثابت قدمی سے ہے، اور مواساۃ کا تعلّق دوسرے انسانوں کے لیے رحمت اور اخوت کے جذبات کو پروان چڑھا کر ایک دوسرے کے لیے سہارا بننے اور انسانی معاشرے کو محبت، تعاون اور سلامتی کا گہوارا بنانے سے ہے۔ قرآن کی تعلیمات کا خلاصہ اللہ کی اطاعت اور اللہ کے بندوں کے لیے رحمت کی صفات میں بیان کیا جاسکتا ہے۔

روزے کے باب میں قرآن نے تین چیزوں کی طرف خصوصیّت سے ہمیں متوجہ کیا ہے:

- لَعَلَّکُمْ یَتَّقُوْنَ، تاکہ ہم صاحبِ تقویٰ بن جائیں۔
- لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ، تاکہ تم اپنے رب کا شکر ادا کرو۔ اس کی اس نعمت پر کہ اس نے تم کو قرآن سے جو عطیہ فرقان و ہدایت ہے، نوازا اور اس مہینے میں اس کا نزول شروع ہوا۔
- لِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰکُمْ، تاکہ تم اس انعام خداوندی اور عطاے ہدایت ربانی پر اللہ کی کبریائی بیان کرو اور قرآن کے پیغام کو پھیلا اور بلند کر کے اس انعام کا شکر ادا کرو۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مبارک مہینے سے فائدہ اُٹھانے کا مؤثر ترین نسخہ اس طرح بیان فرمایا: ''جس نے ایمان اور احتساب کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کردیے جائیں گے''۔

یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مبارک مہینے کو نیکیوں کی فصلِ بہار قرار دیا ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا ایک انعامِ خاص ہے کہ پاکستان کا قیام اس مبارک مہینے میں بلکہ ۲۷ رمضان المبارک

کو ہوا اور اس سال بھی ۱۱ مئی کے انتخابات کے بعد یہ مبارک مہینہ ہم پر سایہ فگن ہو رہا ہے۔ آیئے رمضان المبارک کے نعمت خداوندی ہونے کے مختلف پہلوؤں پر غور کریں اور پھر اس مبارک مہینے میں اپنے، اپنے ملک اور اُمت مسلمہ کے حالات پر ایمان اور احتساب کے ساتھ نظر ڈالنے کی کوشش کریں، اور اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ ہمیں اپنی ذاتی زندگیوں میں بھی اس سے پورا پورا فائدہ اُٹھانے کی توفیق سے نوازے اور پاکستان، اُمت مسلمہ اور تحریکِ اسلامی کو بھی ان اخلاقی، مادی اور اجتماعی قوتوں کے حصول کی سعادت سے فیض یاب کرے جو دورِ حاضر میں اسلام اور مسلمانوں کو درپیش چیلنجوں کا کامیابی سے مقابلہ کرنے کے لائق بنائیں۔

---

روزہ اسلام کے نظامِ تربیت و اصلاح کا ایک بنیادی رکن ہے۔ انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اسلام کے نظامِ تربیت میں عبادات اور معاملات کے ذریعے نہ صرف فرد، بلکہ معاشرے اور پوری انسانیت کے لیے کرنے کے ایسے کام فرض کیے ہیں جن میں سے ہر ایک اس نظامِ تربیت کو قوت اور سہارا دیتا ہے۔ روزے کے بارے میں جامع تعریف مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے یوں فرمائی ہے: ''روزہ سال بھر میں ایک مہینے کا غیرمعمولی نظامِ تربیت ( special training course) ہے جو آدمی کو تقریباً ۷۲۰ گھنٹے تک مسلسل اپنے مضبوط ڈسپلن کے شکنجے میں کسے رکھتا ہے تاکہ روزانہ کی معمولی تربیت میں جو اثرات خفیف تھے وہ شدید ہوجائیں'' (سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ، اسلامی عبادات پر تحقیقی نظر، لاہور، ۱۹۷۷ء، ص ۶۷)۔ اسی پہلو کو کچھ مختلف الفاظ میں محترم مولانا یوں فرماتے ہیں: ''نہ صرف روزہ بلکہ تمام عبادات کی غرض یہی ہے کہ ان کے ذریعے آدمی کی تربیت کی جائے اور اس کو اس قابل بنادیا جائے کہ اس کی پوری زندگی اللہ کی عبادت بن جائے'' (خطبات، لاہور، ۲۰۱۲ء، ص ۱۱۹)۔ گویا عبادات انسان کے مقصد وجود کے حصول کا ذریعہ ہیں۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝ (الذاریات ۵۱:۵۶) ''میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا اسی لیے کیا ہے کہ وہ میری عبادت و بندگی کریں''۔

ایک بنیادی فرق روزے اور دیگر عبادات میں یہ ہے کہ ان کی ادایگی ایک قابلِ محسوس شکل رکھتی ہے، جب کہ روزہ ایک ایسی مخفی عبادت ہے جسے صرف وہ جس کی عبادت کی جارہی ہے،

جانتا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتے ہیں: ابن آدم کا ہر (نیک) عمل کئی گنا بڑھا دیا جاتا ہے۔ ایک نیکی ۱۰ نیکیوں کے برابر، حتیٰ کہ ۷۰۰ گنا تک بڑھا دی جاتی ہے۔ اللہ کریم فرماتا ہے سوائے روزے کے جو صرف میرے لیے ہوتا ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا کیونکہ وہ میری وجہ سے اپنی شہوت اور اپنے کھانے کو چھوڑتا ہے۔ (مسلم، حدیث ۱۱۵۱)

یہ دوسروں کو نہ نظر آنے والی عبادت اثرات و نتائج کے اعتبار سے صحیح معنی میں جہادِ اصغر کہی جاسکتی ہے، کیونکہ اس میں نفس میں پائی جانے والی اور مخفی بغاوت (طاغوت) اور انانیت (شیطان) جو ایک انتہائی بھلے اور راست باز انسان کو وقتی طور پر اپنے قابو میں لے آتی ہے، اس کو پورے ایک ماہ کے لیے ایک نظر نہ آنے والے قید خانے کی سنگین سلاخوں کے پیچھے بیڑیاں پہنا کر قید کردیا جاتا ہے۔ رسولِ کریمؐ نے فرمایا: تمھارے پاس رمضان کا مہینہ آ پہنچا۔ یہ بابرکت مہینہ ہے۔ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے تم پر اس کے روزے فرض فرمائے، اس مہینے میں جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنّم کے دروازے بند کردیے جاتے ہیں اور اس میں شیطان جکڑ دیے جاتے ہیں۔ (سنن نسائی، حدیث ۲۱۰۶، بخاری، حدیث ۳۲۷۷)

عام دنوں میں شیطانی وساوس مومن کو بہت سے نیک کاموں سے روکنے کے لیے نئی نئی شکلوں میں مزاحم ہوتے ہیں لیکن رمضان ایسا موسمِ بہار لے کر آتا ہے جس میں فضا بھلائیوں کے لیے سازگار اور بُرائیوں کے لیے سدِ راہ بن جاتی ہے۔ روزہ ایک ڈھال بن کر آتا ہے۔ اس لیے اگر کسی روزہ دار کو کوئی شخص جھگڑے پر آمادہ کرنا چاہے تو وہ صرف یہ کہہ کر الگ ہوجاتا ہے کہ ''میں روزے سے ہوں''۔ (بخاری، حدیث ۱۹۰۴، مسلم، حدیث ۲۷۶۰)

یہ ہمت، یہ اعتماد اور یہ حوصلہ کہ ایک دھمکی کا جواب ہاتھ سے دینے کی صلاحیت ہو اور پھر بھی صرف یہ کہنے پر اکتفا کیا جائے میں روزے سے ہوں، صرف ایسی صورت حال ہی میں ہوسکتا ہے جب ایک شخص کو یہ شعور اور آگہی ہو کہ وہ ایسے نظامِ تربیت سے گزر رہا ہے جس میں ہر نفسیاتی ردعمل اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشی کے تابع ہو۔ یہ ضبطِ نفس صرف اور صرف رمضان ہی کی برکت سے حاصل ہوتا ہے۔ لیکن اس ماہ کی برکات اور اس عبادت کے ذریعے اپنی شخصیت و سیرت میں انقلابی تبدیلی کا عمل ہم اسی وقت کرسکتے ہیں جب چند باتوں سے اجتناب کیا جائے اور ایسے عمل کو

وظیفۂ حیات بنالیا جائے جو رمضان کے دوران اور اس کے بعد ہمارے ہر سانس، ہر قدم، ہر خیال، ہر منصوبے اور ہر ارادے کو صحیح رُخ اور معنی دینے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ جن چیزوں سے بچنے اور اجتناب کرنے سے یہ صلاحیت پیدا ہوتی ہے انھیں انگلیوں پر گنا جاسکتا ہے لیکن تعداد میں کم ہونے کے باوجود ان سے بچنے کے لیے مضبوط عزم اور اللہ تعالیٰ کے آنکھوں کے سامنے ہونے کا تصور ضروری ہے۔ ان میں جنسی لذت کی نیت سے قربت، غذا، پانی، جھوٹ اور جاہلیت کے دور میں کی جانے والی عادات شامل ہیں۔ ''جو شخص جھوٹ بولنے، اس کو پھیلانے اور جہالت کی باتوں کو ترک نہیں کرتا تو اللہ رب العزت کو اس کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ اپنے کھانے پینے کو ترک کرے'' (بخاری، حدیث ۱۹۰۳)۔ خصوصاً زبان کی احتیاط کہ کوئی فحش بات نہ ہونے پائے۔

یہ نظامِ تربیت جن مطلوبہ صفات کو جلا بخشتا ہے ان میں سرفہرست تقویٰ کی روش ہے (البقرہ ۲:۱۸۳)۔ دوسری صفت صبر، یعنی ایک جانب اپنے آپ کو نفس کے مطالبات سے روکنا اور دوسری جانب مثبت اور تعمیری پہلو سے بھلائی، قیامِ حق اور نظامِ عدل کے قیام، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بندگی کے نظام کو نافذ کرنے کی جدوجہد کو استقامت کے ساتھ کرتے ہوئے اس پر جم جانا ہے۔ ''صبر کرنے والوں کو تو ان کا اجر بے حساب دیا جائے گا'' (الزمر ۳۹:۱۱)۔ وھو شھرُ الصَّبرِ (مشکوٰۃ عن سلمان الفارسیؓ)۔ تیسری مطلوبہ صفت حاجت مندوں اور معاشرے کے غریب افراد کے ساتھ ہمدردی کی صفت کا پیدا کرنا ہے۔ ...... وَشَھرُ المُواسَاۃِ (مشکوٰۃ عن سلمان الفارسیؓ)۔ یہ ہمدردی مالی بھی ہوسکتی ہے، غذا فراہم کر کے، لباس دے کر، حتیٰ کہ ایک ملازم پر سے اس کا بوجھ کم کرنے کی شکل میں بھی اختیار کی جاسکتی ہے۔ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ اس مہینے میں غیرمعمولی طور پر آپؐ کی جود و سخاوت بارش لانے والی ہواؤں کو مات کردیتی تھی (متفق علیہ)۔ اس دوران آپؐ سے جو کچھ مانگا جاتا آپؐ انکار نہیں فرماتے تھے۔ (مسند احمد)

### رمضان اور احتساب

ان اعلیٰ صفات کو پیدا کرنے کی تربیت کے ساتھ ساتھ یہ مہینہ ایک اور اہم پیغام بھی لے کر آتا ہے جو تمام عبادات اور معاملات کے مغز کی حیثیت رکھتا ہے، یعنی جو بھلائی بھی کی جارہی ہے یا جس کے کرنے کی تربیت حاصل کی جارہی ہے اس کا محرک اصل میں کیا ہے۔ صادق الامین

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: من صام رمضان ایماناًواحتساباً غفرلہ ما تقدم من ذنبہ ''جس نے رمضان کے روزے ایمان اور احتساب کی نیت سے رکھے تو اس کے گذشتہ گناہ بخش دیے گئے'' (بخاری، حدیث ۱۹۰۱، مسلم، حدیث ۱۷۵)۔ اگر غور کیا جائے تو یہ جامع قولِ حق وصداقت، یعنی ایمان اور احتساب کے ساتھ روزے کا رکھنا روزے کی روح ہے اور رمضان سے قبل پیش آنے والے تمام معاملات پر غور کرنے کی دعوت۔ ان کا تجزیہ کرکے اپنی کمزوریوں کو طاقت میں بدلنے کی تربیت ہے۔ اس سلسلے میں وہ حدیث بھی ہمارے سامنے رہنی چاہیے جس میں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ: ''قیامت کے دن اللہ کی عدالت سے آدمی نہیں ہٹ سکتا جب تک اس سے پانچ باتوں کے بارے میں حساب نہیں لے لیا جاتا۔ اس سے پوچھا جائے گا کہ عمر کن مشاغل میں گزاری، دین کا علم حاصل کیا تو اس پر کہاں تک عمل کیا، مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا، جسم کو کس کام میں گھلایا۔ (ترمذی، عن ابی برزۃ الاسلمی)

حضرت عمرؓ کے مشہور قول حاسبوا قبل ان تحاسبوا ''احتساب کرو، قبل اس کے احتساب کیا جائے'' اور رمضان کے روزے احتساب کے ساتھ رکھنے والی حدیث مبارکہ کی اہمیّت تحریکِ اسلامی کے کارکنوں کے لیے غیر معمولی ہے۔ اس بات کی ضرورت ہے کہ اس احتساب کے مختلف پہلوؤں پر اپنے ذہن کو تازہ کرتے ہوئے اس نسخۂ کیمیا کے ذریعے اپنی تمام بھول چوک کے لیے اس مبارک مہینے کے روز وشب میں رب کریم سے خصوصی استغفار، استعانت ونصرت کی طلب کے ساتھ کیا جائے، تاکہ بھول اور لغزش فیصلے کی ہو، ذاتی طور پر ذمہ داریوں کی ادایگی میں ہو، انفاق فی سبیل اللہ میں کی گئی ہو، اپنی صلاحیتوں کو وقت پر استعمال نہ کرنے کی ہو، صحیح منصوبہ بندی نہ کرنے کی ہو یا پورے خلوص کے ساتھ ایک ایسا رویہ اختیار کرنے کی ہو جس کی توقع ایک داعی سے نہیں کی جاتی، کے اثرات نہ ہوں۔ غرض کہ ضرورت ہے کہ ماضی کے ہر ہر عمل کے بارے میں خود احتسابی اور دیانت وامانت اور ذمہ داری کے احساس کے ساتھ اس رمضان کا استقبال کیا جائے۔

اس احتسابی عمل کا آغاز، ایک کارکن ہو یا ذمہ دار، اسے اوّلاً اپنے آپ سے سوال کرنا ہوگا کہ دعوتِ دین اور اقامتِ دین کی مہم میں چاہے وہ انتخابی مہم میں حصّہ لینے کی شکل میں ہو، کیا وہ

فرائض کی ادائیگی میں چاق چوبند رہا، یا اپنے خیال میں ایک بھلائی کے کام میں مصروف ہونے کے عذر نے اسے نمازوں میں سستی پر آمادہ کردیا؟ کیا اس کی زبان سے اس کا پڑوسی، حتیٰ کہ اس کا نظریاتی اور سیاسی مخالف محفوظ رہا اور اُس نے حق کا اظہار اس طرح کیا جیسے کہ قرآن نے سنتِ رسولؐ کا تذکرہ کیا ہے کہ ''دیکھو تم لوگوں کے پاس ایک رسول آیا ہے جو خود تم ہی میں سے ہے، تمھارا نقصان میں پڑنا اس پر شاق ہے، تمھاری فلاح کا وہ حریص ہے، ایمان لانے والوں کے لیے شفیق اور رحیم ہے''۔(التوبہ ۹:۱۲۸)

داعی کے لیے ضروری ہے کہ اس کا قول، قولِ لیّن ہو، اس کا میٹھا بول دل اور روح میں جاگزیں ہوجائے (طٰہٰ ۲۰:۴۴)۔ وہ مخالف کی تلخ کلامی، الزام تراشی، درشتی، غرض ہر ہر غلط بات کا جواب مخالف کی زبان میں نہ دے بلکہ حکمت سے دے جس طرح ایک داعی کی زبان اظہار کرتی ہے۔ ''اور اس شخص کی بات سے اچھی بات کس کی ہوگی جس نے اللہ کی طرف بلایا اور نیک عمل کیا اور کہا کہ میں مسلمان ہوں۔ اور اے نبیؐ نیکی اور بدی یکساں نہیں ہیں۔ تم بدی کو اس نیکی سے دفع کرو جو بہترین ہو، تم دیکھو گے کہ تمھارے ساتھ جس کی عداوت پڑی ہوئی تھی وہ جگری دوست بن گیا ہے۔ یہ صفت نصیب نہیں ہوتی مگر ان لوگوں کو جو صبر کرتے ہیں اور یہ مقام حاصل نہیں ہوتا مگر ان لوگوں کو جو بڑے نصیب والے ہیں۔ اور اگر تم شیطان کی طرف سے کوئی اُکساہٹ محسوس کرو تو اللہ کی پناہ مانگ لو وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے''۔ (حم السجدہ ۴۱:۳۳-۳۶)

ان اہم قرآنی ہدایات کی روشنی میں اس امر کی ضرورت ہے کہ ہم میں سے ہر شخص ذاتی طور پر اپنا احتساب کرے اور اس کے ساتھ ہر مسلمان، ہر پاکستانی اور تحریکِ اسلامی کا ہر کارکن موجودہ حالات کے تناظر میں اپنا، اپنے رویوں اور احساسات، اپنے مقاصد، اہداف اور سرگرمیوں کو، اور جو عہد اس نے اپنے اللہ سے کیا ہے اس کی روشنی میں احتساب کے ساتھ عزمِ نو کا عہد کرے، تاکہ رمضان کی برکتوں سے وہ خود بھی فیض یاب ہو اور ملک و ملت اور تحریک و دعوت کو بھی قوت حاصل ہو۔ یہ جائزہ جہاں دنیا، اُمت اور پاکستان کے عمومی حالات کی روشنی میں لیا جانا چاہیے وہیں خود تحریکِ اسلامی اس وقت جس مرحلے سے گزر رہی ہے اور حال ہی میں ملک گیر انتخابی معرکے نے جو نئے چیلنج اُبھارے ہیں ان کو سامنے رکھ کر یہ کام کیا جائے۔

ہم نے بات کا آغاز اس حدیث مبارکہ سے کیا تھا جس میں ایمان و احتساب کے ساتھ رمضان کے روزوں کو رکھنے کی برکت، یعنی اللہ کی طرف سے مغفرت کا تذکرہ ہے۔ کسی بھی رابطہ عوام مہم میں جو مراحل پیش آتے ہیں وہ تحریک اسلامی کے کارکنوں تک محدود نہیں ہیں، بلکہ کسی بھی نظریاتی گروہ کو پیش آسکتے ہیں۔ ان میں سے چند پر غور کرنے کی ضرورت ہے:

**۱- وسیع پیمانے پر عوامی رابطہ مہم کا مقصد:** اس بات پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ اس مہم کا مقصد کیا صرف حصولِ اقتدار تھا یا رضاے الٰہی کا حصول اور دین کے قیام کے لیے سلطہ کا حصول۔ وَ قُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّ اجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا ○ (بنی اسرائیل ۱۷:۸۰) ''اور دعا کرو کہ پروردگار مجھ کو جہاں بھی تو لے جا (مکہ سے مدینہ منورہ) سچائی کے ساتھ لے جا، اور جہاں کہیں سے بھی نکال (مکہ مکرمہ سے) سچائی کے ساتھ نکال اور اپنی طرف سے ایک اقتدار کو میرا مددگار بنادے''۔

اقامت دین کی جدوجہد میں اقتدار بذاتِ خود نہ کبھی مقصود تھا نہ ہوسکتا ہے بلکہ یہ دین کے نفاذ کا تشریعی ذریعہ ہے۔ قرآن کریم کے تمام احکامات کا نفاذ اسی ذریعے کے ساتھ وابستہ ہے۔ اسلامی رفاہی اصولوں کا نفاذ ہو، یا زکوٰۃ کا نظام ہو یا نماز کا یا حج کا، ابلاغِ عامہ کے برقی ذرائع سے حیا، سچائی، عدل و انصاف کے اصولوں کی تعلیم دینا ہو، یا تعلیم گاہ میں جدید علوم کی آگاہی، یا جداگانہ نظامِ تعلیم ہو، یا عدالتوں میں سچے، جری اور متقی قاضیوں کا تقرر ہو۔ اسی طرح اسلامی تعزیرات کا نفاذ ہو یا حدود پر عمل، ہر ایک کے نفاذ کے لیے سلطہ، اقتدار کا حصول دینی مطالبہ ہے جو نصوص قرآنی کی بنا پر قطعی الثبوت اور قطعی الدلالہ ہے۔ رمضان مطالبہ کرتا ہے کہ اس فریضے کی ادایگی کے حوالے سے ذاتی اور اجتماعی احتساب کیا جائے کہ رابطہ عوام مہم میں کہیں ذات اور قریب المیعاد مقاصد تو نہیں آگئے؟ کیا یہ صرف اور صرف ایک اعلیٰ مقصد کے حصول کے لیے برپا کی گئی؟

**۲- مخاطب کی نفسیات و مسائل کا اِدراک:** کیا عوامی مہم میں اس بات کو پیش نظر رکھا گیا کہ جن عوام الناس کو افہام و تفہیم کی جارہی ہے ان کے بنیادی مسائل ــــــ بے روزگاری، تعلیم کا نہ ہونا، صاف پانی کا میسر نہ ہونا، جان مال اور عزت کا تحفظ نہ پایا جانا، ملک میں گرانی کی آفت کا پایا جانا، صحت اور زندگی کی سہولیات کا نہ پایا جانا، صنعت کاروں کا بجلی کی عدم موجودگی کے

سبب کاروبار میں خسارہ اور عوام کا گرمی اور سردی دونوں میں پریشان ہونا ___ کیا اِن مسائل کے قابلِ عمل حل عوام کے سامنے پیش کیے گئے اور انھیں اپنے ساتھ شامل کیا گیا یا ملاقاتوں اور اجتماعات میں نظری گفتگو اور حالات کی صرف منفی تصویر سامنے پیش کی گئی۔ اسلام اُمید کا نام ہے۔ نصرتِ الٰہی پر یقین کے ساتھ بہترین نتائج کی بشارت اور ان کے لیے کوشاں ہونے کا نام ہے۔ کیا ہم لوگوں میں اُمید اور حالات کے قابلِ تبدیل ہونے کا احساس پیدا کر سکے۔ کیا ملک کے عوام اور نوجوانوں پر طاری مایوسی کو ہم نے ایک الگ، مثبت اور قابلِ عمل منصوبہ پیش کر کے دُور کیا یا ہم بھی منفی اور غیر تعمیری تنقید کے دائرے میں گھومتے رہے۔

۳- **مخالفین سے رویہ**: کیا اس مہم کے دوران ہم نے مختلف الخیال افراد تک پہنچ کر انھیں حکمت، موعظہ حسنہ اور اپنی نرم گفتاری سے اپنے سے قریب کیا یا انھیں مخالف اور محارب کے خانے میں دھکیل دیا۔ قرآن کریم ہم سے مطالبہ کرتا ہے کہ کل تک جو ہمارا دشمن تھا ہم اسے اپنی بھلائی سے ولی حمیم میں تبدیل کرنے کی حکمت عملی وضع کریں، اور پھر احتساب کریں کہ اللہ کی نصرت سے ہم کتنے مخالفین کو غیر جانب دار کر سکے۔ کتنے افراد کو تحریک کے ماحول میں لا سکے اور کتنے ہمدردوں کو سرگرم کارکن بنا سکے۔ اگر رابطہ عوام مہموں میں ایک ایک کارکن صرف تین ایسے افراد سے رابطے قائم کر کے، جن میں سے ایک مخالف کو ہم خیال، ایک لاتعلّق کو متعلّق اور ایک متعلّق کو کارکن بنانے کی حکمت عملی پر عمل ہو، تو پانچ نہیں ایک سال میں تحریک سے وابستہ افراد میں تین گنا اضافہ ہوسکتا ہے، اور اس طرح دعوتِ دین وسیع تر حلقے تک پہنچانے میں اپنا فرض ادا کر سکتے ہیں۔

۴- **اپنے گھر کی فکر**: اس پہلو سے بھی احتساب کی ضرورت ہے کہ ہم نے دعوت کی اشاعت کے لیے جن جن محاذوں پر کام کیا، کیا ان میں گھر بھی شامل رہا، اور اگر شامل رہا ہے تو کس حد تک ابلاغی خلا (communication gap) دُور کیا جا سکا۔ عام مشاہدہ ہے کہ نظریاتی طور پر بچوں پر اثرات کے باوجود بعض گھروں میں عوامی مہم ہو یا انتخابات کا معاملہ، والدین اور بچوں کے فیصلے حالیہ انتخابات میں یکساں نہیں رہے۔ اس میں جہاں یہ پہلو مثبت ہے کہ بچوں نے اپنی آزادیِ رائے کا استعمال کیا، لیکن کیا انھیں اچھے انداز میں ان کے فیصلے کے اثرات سے آگاہ کیا گیا؟

۵- **نوجوان قیادت**: تحریکاتِ اسلامی کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ عصرِ حاضر میں اسلامی

تحریکات کے قائدین نے عمر کے جس مرحلے میں عوامی رابطے کا آغاز کیا وہ خود ان کا بھی دورِ جوانی تھا جس کی بنا پر نوجوانوں کو متحرک کرنے اور attract کرنے میں انھیں آسانی ہوئی۔ اس بات پر غور کرنے اور تجزیہ کرنے کی ضرورت ہے کہ عوامی رابطے میں جن افراد کو اُمیدوار نامزد کیا گیا، کیا وہ نوجوانوں کو اپیل کرنے میں کامیاب ثابت ہوئے، یا ہماری توقع کے باوجود صحیح نتائج حاصل نہ کرسکے۔ تحریکات کی حیات کا انحصار نئے خون اور نئے ولولے، نئے زاویے، نئے طریقے تلاش کرنے والے ذہنوں کے ساتھ ہے۔ بلاشبہہ حکمت جس چیز کا نام ہے وہ محض علم سے حاصل نہیں ہوسکتی، نہ صرف تجربے سے اور، نہ صرف عمر کی بزرگی سے۔ بعض نوعمر صحابہ کرامؓ خلفاے راشدین کی شوریٰ کے رکن تھے۔ بعد کے اَدوار میں بعض نے سندھ اور بعض نے اسپین اور چین پر یلغار کی، جب کہ ان کے بال سیاہ تھے۔ خود حضرت اسامہ بن زیدؓ کا فوج کی قیادت کرنا ایک سبق آموز مثال ہے۔ تحریک کو اپنی عوامی رابطے کی دعوتی مہم کے لیے ایسے نوجوانوں کو آگے بڑھانا ہوگا جو پاکستان کے ۶۶ فی صد نوجوانوں سے ان کی زبان میں بات کرسکیں۔ یہ ایک اہم اسٹرے ٹیجک معاملہ ہے اور اسے نظرانداز کرنا تحریک کے مستقبل کے لیے بہت خطرناک ہوسکتا ہے۔

**۶- انفاق فی سبیل اللّٰہ:** عوامی تحریکات میں دُور دراز علاقوں بلکہ مقامی اجتماعات کے لیے جو بھاگ دوڑ کرنی پڑتی ہے اور انتظامی اُمور میں جو مالی وسائل درکار ہوتے ہیں، نظریاتی تحریکات اس کے لیے ہمیشہ اپنے کارکنوں پر بھروسا کرتی ہیں اور وہ خود یا دوسروں کے تعاون سے وسائل پیدا کرتے ہیں۔ یہی درست طریقہ ہے لیکن اسے وسیع کیے بغیر آج کے دور کی ضروریات پوری نہیں کی جاسکتیں۔ اس بات کا احتساب کرنے کی ضرورت ہے کہ کیا ہر کارکن نے مالی انفاق میں حصّہ لیا اور اگر لیا تو کس حد تک۔ کیا وہ 'ہلکے اور بھاری' گھر سے نکلا، یا انتظار میں رہا کہ جس رب کے لیے کام کیا جارہا ہے وہ خود سب کام کر کے اقتدار ہمارے حوالے کردے گا؟ کیا تمام ممکنہ قوتوں وقت، مال، صلاحیت کو لگا کر منزل کے حصول کی کوشش کی گئی یا ضابطے کی کارروائی کے طور پر کام کیا گیا اور اُمید یہ کی گئی کہ ووٹر خود اپنا ووٹ لسٹ میں چیک کریں گے اور خود جاکر رائے کا استعمال کریں گے، جب کہ بہت سے اُمیدواروں نے ووٹرز کے لیے ہر مرحلہ خود آسان کر کے انھیں مدد فراہم کی۔

**۷- جدید ذرائع ابلاغ کا استعمال:** اس بات کے بھی احتساب کی ضرورت ہے کہ

ہم دین کی دعوت اور عوامی مہم میں کس حد تک برقی ذرائع ابلاغ اور سوشل میڈیا، مثلاً فیس بک یا ٹویٹر یا دیگر ویب کے ذرائع کو استعمال کر سکے یا محض 'عرب بہار' کے خود بخود واقع ہوجانے کی اُمید پر قانع رہے۔ ہوسکتا ہے بعض حضرات کو یہ باتیں بعد از مرگ واویلا نظر آئیں لیکن میں سمجھتا ہوں تحریکات کسی ایک یا دو انتخابات میں نہ مستقلاً کامیاب ہوتی ہیں اور نہ مستقلاً ناکام۔ تحریکاتِ اسلامی کے لیے احتسابِ عمل ایمان اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے ساتھ ہر مرحلے میں انھیں ہمت، حوصلہ اور اُمید سے روشناس کراتا ہے۔ تنقید ہمیشہ صحت کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔ قرآن کریم ہمیں یاددہانی کراتا ہے کہ بعض باتیں اچھی نہیں معلوم ہوتیں، جب کہ ان میں ہمارے لیے خیر ہوتا ہے اور بعض اچھی معلوم ہوتی ہیں، جب کہ ان میں شر ہوتا ہے۔

ان چند گزارشات کا مقصد صرف سورۂ حٰم السجدہ کی آیات کی روشنی میں یہ جائزہ لینا ہے کہ کس طرح تحریک ان افراد کو جو کل تک تحریک سے اختلاف کرتے تھے، آیندہ پانچ برسوں میں ایک جامع اور قابلِ عمل منصوبے کے ذریعے نہ صرف اپنا ہم خیال بلکہ اپنا جگری دوست بنا سکتی ہے۔ اس معاملے میں شیطان بے کار نہیں بیٹھتا۔ اگر ہم ۱۰ گھنٹے دن میں کام کرتے ہیں تو وہ دن رات کے ۲۴ گھنٹے اپنی شرانگیزی میں لگاتا ہے۔ اسی لیے کہا گیا کہ اللہ کی پناہ میں آیا جائے اور اس کے شر سے بچا جائے، اور اسی لیے کہا گیا کہ مخالف کی ضد، ہٹ دھرمی، تلخ کلامی، الزام تراشی کا جواب بھلائی سے دیا جائے۔ بُرائی کو بھلائی سے دُور کیا جائے تو وہی جو کل تک مخالف تھا، سرگرم کارکن بن سکتا ہے۔

رمضان میں جس نے ایمان و احتساب کے ساتھ روزہ رکھا اس کے تمام ماضی کے گناہ، بھول، غیرشعوری طور پر غلطی سب کو رب کریم معاف کردیتا ہے۔ جس نے رمضان میں ایمان کے ساتھ قیام کیا اس کے تمام گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔ جس نے رمضان میں ایمان و احتساب کے ساتھ رات کو قیام کیا اس کے نہ صرف ماضی بلکہ دو رمضانوں کے درمیان تمام گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔ اس ماہ کا ہر لمحہ مطالبہ کرتا ہے کہ اسے تعمیرِ سیرت، ضبطِ نفس، عوام الناس کی خدمت، ناداروں اور ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرنے اور ملک و ملّت میں عدل و انصاف کا نظام قائم کرنے کی کوششوں میں صرف کیا جائے، تاکہ یہ مہینہ قیامت میں ہماری شفاعت اور گواہی دے کہ ہم نے اس کا حق ادا کردیا۔

## سیّد مودودیؒ پڑھیے ........ سیّد مودودیؒ پڑھائیے

- ★ حکومت برائی اور بھلائی کا سرچشمہ
- ★ طاقت کا سرچشمہ
- ★ ہم جس طرف بلاتے ہیں
- ★ اسلام کیا ہے
- ★ حزب اللہ کے لیے مطلوبہ اوصاف
- ★ راہِ خدا میں جہاد
- ★ اسلامی اخلاقیات کے چار مراتب
- ★ سوچنے کی بات
- ★ کلمہ طیبہ کا پیغام
- ★ ہدایات
- ★ نیکی کی دعوت
- ★ ذکر رسولؐ
- ★ جماعت اسلامی کی دعوت
- ★ بناؤ اور بگاڑ

### رمضان المبارک

| | |
|---|---|
| آداب رمضان | مولانا محمد یوسف اصلاحی |
| رمضان ماہ تربیت | مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ |
| روزہ | مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ |
| روزے کا اصل مقصد | مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ |
| روزہ اور ضبط نفس | مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ |

اِسلامک پبلی کیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ منصورہ ملتان روڈ لاہور

Ph: 042-35417074-71, Fax: 042-35417072

# مرحبا! ماہِ رمضان، مرحبا!!

## رضی محمد ولی

محبُوب سے وصال کے لمحات جوں جوں قریب آتے ہیں، محبّ کے دل کی دھڑکنیں تیز ہوتی جاتی ہیں۔ ہرنئی آنے والی صبح اسے یہ حسرت ہوتی ہے کہ یہ روز آنکھ بند کرتے ہی گزر جائے۔ خزاں کا موسم اُسے بہار سے بھی بھلا لگتا ہے، موسمِ گرما کی لب و رُخسار کو جھلسا دینے والی ہواؤں میں اُسے بادِ صبا کی تازگی محسوس ہوتی ہے، اندھیری رات کی رُتوں میں آسمان پر جلتے قمقمے رنگ و نور کی بارات کا منظر پیش کرتے نظر آتے ہیں، فضا ایک مانوس سی خوشبو سے معطر ہو جاتی ہے، ہر شے میں گُل و بُلبل کی سرگوشیاں سُنائی دیتی ہیں اور لگتا ہے کہ اُسی کی باتیں ہو رہی ہیں۔ گزرتے وقت کا ایک ایک لمحہ اُسے پہاڑ سے زیادہ بھاری لگتا ہے، اُس کا دل چاہتا ہے کہ اُس کے پَر لگیں اور وہ اُڑ کر محبُوب کے پاس پہنچ جائے۔

بس یہی حال تھا حبیبِ کبریا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ محبُوب سے ملاقات کے شوق میں رمضان کا انتظار کرتے رہتے تھے اور فرطِ محبت میں ماہِ شعبان ہی سے پُکارتے تھے: اے اللہ! شعبان میں ہمارے لیے برکتیں رکھ دے اور رمضان نصیب فرمادے۔

مبارک ہو آپ کو کہ خوش نصیب ہیں آپ! رمضان آپ کی دہلیز پر دستک دے رہا ہے۔ بس اب تو دنوں اور گھنٹوں کی بات ہے اور ایک انوکھا مہمان اپنی ساری رعنائیوں، برکتوں، مغفرتوں اور رحمتوں کے ساتھ آپ پر سایہ فگن ہوگا۔ ● ایک ایسا مہمان جس کے ہوتے نیکی کرنا آسان اور گناہ کرنا مشکل ہو جائے گا۔ ● ایک ایسا مہمان جس کے ہوتے خیر ہی خیر، جی ہاں خیر ہی خیر ہوگی۔ ● ایک ایسا مہمان جس کے آتے ہی شیطان کو زنجیروں سے باندھ دیا جائے گا تاکہ آپ کو نقصان

نہ پہنچا سکے۔ ● ایک ایسا مہمان جس کے آتے ہی نفس پاکی کی راہ لے گا۔ ● ایک ایسا مہمان جس کے ہوتے محبتیں اور صرف محبتیں (اجتماعیت) پروان چڑھیں گی۔ ● ایک ایسا مہمان جس کے ہوتے نہ کوئی چھوٹا ہوگا اور نہ بڑا، نہ کوئی کالا ہوگا نہ گورا۔ ● ایک ایسا مہمان جس کی راتوں میں قرآن کی زبانی محبوب سے راز و نیاز ہوگا۔ ● ایک ایسا مہمان جس کی رُتوں میں اپنائیت کا احساس ہوگا۔

ذرا سوچیں، کتنے خوش نصیب ہیں آپ! ایک ایسے مہمان کو خوش آمدید کہنے جا رہے ہیں جس کے انتظار میں کتنے ہی پیارے ملکِ عدم سدھار گئے۔ ہاں، کتنے ہی قصۂ پارینہ بن گئے، اور ہوسکتا ہے اگلے برس ہم بھی قصۂ پارینہ بن چکے ہوں۔

اس ماہ کی عظمت اور برکت بلاشبہہ عظیم ہے لیکن ایسا بھی نہیں کہ اس کی رحمتیں و برکتیں ہر اس شخص کے حصے میں آجائیں جو اس مہینے کو پائے۔ کسان کی طرح محنت کریں گے تو اچھی فصل تیار ہوگی اور اس کا پھل جنت کی شکل میں ملے گا۔ اگر غافل کسان کی طرح سوتے رہ جائیں تو رمضان کی ساری بارش اس طرح بہہ جائے گی جیسے چکنے پتھر سے پانی۔ تو آیئے سوچیں کہ اس بارش سے کیسے سیراب ہوں اور کون سے ایسے کام کریں کہ اس کے لمحات امر ہو جائیں؟

● **نیت اور ارادہ**: نبی کریمؐ نے فرمایا: اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتُ (تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے)۔ لہٰذا رمضان المبارک کے استقبال کے لیے سب سے پہلا کام یہ ہے کہ ابھی سے اس سے بھرپور فائدہ اُٹھانے کی خالص نیت اور پختہ ارادہ کرلیں۔ رمضان کے پیغام اور عظمت کو اپنے اندر تازہ کرلیں۔ اس سے فائدہ اُٹھانے کی خالص نیت کریں اور ایسے کام کرنے کا عزم و ارادہ کریں کہ جس سے تقویٰ حاصل ہو۔ یہی دراصل روزہ کا اصل مقصود ہے۔

● **دُعا**: رمضان سے پہلے ہی دُعا مانگنے کا عمل تیز کردیں۔ کیونکہ ہادیٔ برحقؐ کے بقول دُعا مومن کا ہتھیار ہے اور دُعا ہی ہر عبادت کا مغز ہے۔ اپنی نمازوں کے بعد، رات کی تنہائیوں میں، سفر کی حالت میں، بازاروں میں چلتے ہوئے اُمتِ مسلمہ کے پستی سے نکلنے کی، ملک کے استحکام و سالمیت کی، اُمتِ مسلمہ کے اتحاد اور کھوئے مقام کو واپس دلانے کی، بیماروں کے لیے شفا کی، گزرے ہوؤں کی مغفرت کی اور آنے والے رمضان سے بھرپور فائدہ اُٹھانے کی دُعا اس بات کو یاد رکھتے ہوئے کیجیے کہ جبرئیلِؑ امین نے کہا کہ: ''اس آدمی کے لیے ہلاکت ہے جس نے رمضان کا مہینہ پایا اور

اپنے گناہوں کی بخشش اور معافی نہ حاصل کرسکا، اور آپؐ نے اس کے جواب میں آمین کہا‘‘۔(حاکم)

● **خریداری کی تکمیل**: تیزی سے بدلتی ہوئے دنیا کے معیارات نے ہرطرف ایک افراتفری کا سماں پیدا کردیا ہے اوراس کے اثرات سے دیگر اقوام کی طرح مسلم اُمہ بھی نہ بچ سکی۔ ہماری بدنصیبی ہے کہ ہم میں سے اکثر لوگ رمضان المبارک کی ساعتوں کو اللہ کی عبادت کرکے اُس کی رضا حاصل کرنے کے بجاے بازار کے چکر لگانے میں صرف کردیتے ہیں۔ رمضان کی ساعتوں سے بہتر انداز میں مستفید ہونے کے لیے بہتر ہوگا کہ رمضان اور عید الفطر کی خریداری رمضان کی آمد سے پہلے ہی کرلیں تاکہ اس ماہِ مبارک کی قیمتی راتیں، خصوصاً شبِ قدر اور عید کی چاندرات کے قیمتی لمحات ضائع نہ ہوں۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا: ’’جو شخص دونوں عیدوں کی راتوں کو نیک نیتی اور اخلاص کے ساتھ شب بیداری کرے گا تو اس بندے کا دل مُردہ نہیں ہوگا، جس دن اوروں کے دل مُردہ ہوجائیں گے‘‘۔

● **رمضان کی چاند رات**: رمضان کی چاندرات کو مغرب کی نماز کے فوراً بعد غسل کریں، صاف ستھرے کپڑے پہنیں، خوشبو لگائیں اور اپنے محلے، گاؤں، قصبے اور دسترس میں تمام لوگوں کو رمضان کی مبارکباد دینے نکل کھڑے ہوں۔ جو ملاقاتیں عشاء سے پہلے ہوسکتی ہوں کرلیں، باقی تراویح کے بعد کریں۔ اس ملاقات میں بس لوگوں کے پاس جائیں، سلام دُعا کے بعد رمضان کی مبارک باد دیں، اگر ممکن ہوتو رمضان کی برکتوں سے متعلق ایک دو حدیثیں بیان کرکے خوش خبریاں سُنائیں۔ اگر کوئی تحفہ ساتھ لے جائیں تو بہت ہی بہتر ہے۔ تحفے میں مسواک، خوشبو، کتابچہ، کیسٹ، سی ڈی وغیرہ کچھ بھی ہوسکتا ہے۔ کچھ نہیں تو مسنون دُعاؤں کی فوٹو کاپی ہی ساتھ لے لیں۔

● **حقوق اللہ اور حقوق العباد**: حقوق اللہ میں اگر کسی قسم کی کوتاہی ہوگئی ہوتو کوشش کرکے اس کا ازالہ رمضان سے پہلے کرلیں۔ اگر ممکن نہ ہوتو اللہ سے گڑگڑا کر معافی مانگ لیں، وہ توبہ کو قبول کرنے والا ہے۔ خدانخواستہ اگر کسی بندے کے حق کی ادایگی میں کوتاہی ہوگئی ہے تو اس کو رمضان سے پہلے ادا کردیں یا اُس سے بالمشافہ ملاقات کرکے معاف کرالیں۔ اگر اپنے اندر اتنی ہمت نہ پائیں تو تحریر لکھ کر اس کے پاس بھیج دیں کہ رمضان کے مہینے سے بھرپور فائدہ اُٹھانے کے لیے ہمیں ایک دوسرے کو معاف کردینا چاہیے۔ اگر کوئی آپ سے ناراض ہے یا آپ کسی سے

ناراض ہیں تو ان ناراضیوں کو آپ آگے بڑھ کر دُور کرلیں کیونکہ مومن کی یہی شان ہے۔

● **نمازوں میں تکبیرِ اولیٰ**: الحمدللہ آپ نمازیں تو پڑھتے ہی ہیں بس اس بات کا اہتمام کریں کہ پورے رمضان اذان ہوتے ہی سارے کام چھوڑ کر گھر سے وضو کر کے مسجد چلے جائیں، کیونکہ نبی کریمؐ کی سنت یہی تھی کہ آپؐ اذان سنتے ہی پوری دنیا کے لیے اجنبی ہو جایا کرتے تھے اور سیدھے مسجد کا رُخ کرتے تھے۔ مسجد پہنچ کر دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کریں، پہلی صف میں بیٹھیں اور پورے رمضان کسی بھی نماز کی تکبیرِ اولیٰ فوت نہ ہونے دیں۔ یاد رہے امام کے سورۃ الفاتحہ شروع کرنے سے پہلے پہلے جماعت میں شامل ہونے پر تکبیرِ اولیٰ کا ثواب مل جاتا ہے۔ خواتین کوشش کریں کہ اپنے گھروں میں اوّل وقت میں نماز کی ادایگی کو ممکن بنائیں۔ اس کے علاوہ اس بات کا بھی تہیہ کرلیں کہ اگلے رمضان تک مذکورہ بالا عمل کو اپنی عادت بنالیں گے۔

● **رمضان چارٹ کی تیاری**: نبیؐ کا فرمان ہے کہ ''روزہ (گناہوں سے بچنے کے لیے) ڈھال ہے، پس اس کو ڈھال بناؤ۔ روزہ دار بدکلامی کرے نہ چیخے چلائے، اگر کوئی اس کو بُرا کہے یا اس سے لڑے تو یہ کہہ کر الگ ہو جائے کہ میں روزے سے ہوں، میرے لیے یہ ممکن نہیں کہ ان بُرے کاموں میں مشغول ہوں''۔

ایک رمضان چارٹ بنائیں جس میں اپنے کمزور پہلو لکھیں اور پورے رمضان انھیں دُور کرنے کی کوشش کریں اور ہر رات اس چارٹ کا جائزہ لیں اور کالم بنا کر ان پر ٹِک لگاتے رہیں، مثلاً نمازیں، تلاوتِ قرآن، مطالعہ حدیث، مطالعہ دینی کتب، دین کے حوالے سے ملاقاتیں، انفاق فی سبیل اللہ، بیماروں کی عیادت وغیرہ۔ دوسری طرف غیبت، چغلی، لعن طعن، بدگمانی، تکبر، جھوٹ، وعدہ خلافی، بدنگاہی، حسد، بُغض وغیرہ جیسی اخلاقی بُرائیوں کا جائزہ لیں۔ اس طرح آپ اپنے آپ کو خوداحتسابی کے عمل سے گزاریں گے اور ایک مسحورکن تبدیلی اپنے اندر پائیں گے۔

● **سحر و افطار**: روزہ رکھنے کے لیے سحری لازماً کھائیں کیونکہ سحری کھانا سنت ہے۔ کچھ لوگ رات دیر سے کھانا کھاتے ہیں اور سو جاتے ہیں اور سحری کے بغیر روزہ رکھ لیتے ہیں۔ یہ درست فعل نہیں ہے۔ ''سحری میں برکت ہے، اسے ہرگز نہ چھوڑو۔ اگر کچھ نہیں تو اس وقت پانی کا ایک گھونٹ ہی پی لیا جائے، کیونکہ سحری میں کھانے پینے والوں پر اللہ تعالیٰ رحمت فرماتا ہے اور فرشتے

ان کے لیے دُعاے خیر کرتے ہیں‘‘ (مسند احمد)۔ نبی مہربانؐ نے فرمایا: ’’میری اُمت اس وقت تک خیر پر رہے گی جب تک افطار میں عجلت اور سحری میں تاخیر کرتی رہے گی‘‘۔ (مسند احمد)

● **تہجد کی ادایگی:** سحری کے وقت سے کم از کم آدھا گھنٹہ پہلے اُٹھ جائیں۔ یہ تہجد کا وقت ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سب سے زیادہ انھی گھڑیوں میں متوجہ ہوتی ہے۔ یہ محبوب سے ملاقات کا سب سے بہترین وقت ہے۔ ایسے وقت میں اُس سے کچھ راز و نیاز کی باتیں کرلیں اور رو رو کر دنیا اور آخرت کے لیے دُعائیں مانگیں۔ لیکن مانگنے کی ایک شرط ہے کہ پورے یقین کے ساتھ مانگیں کہ آپ کو ضرور ملے گا۔ آپ کا یقین بالکل اس بچی کی طرح ہونا چاہیے جو اپنے باپ کے ساتھ نمازِ استسقا کے لیے جارہی تھی اور راستے میں رُک کر اپنے والد کو کہا: ابا جان ایک منٹ۔ میں گھر سے ہوکر ابھی آئی۔ والد نے پوچھا کیا کرنے جارہی ہو؟ بچی نے معصومیت سے جواب دیا: ابا جان ہم اللہ میاں سے بارش کی دُعا مانگنے جارہے ہیں اور چھتری تو بھول ہی گئے۔ واپسی پر بارش ہوگی تو ہم بھیگ جائیں گے، اس لیے میں چھتری لینے جارہی ہوں۔

● **کھانے میں اعتدال:** روزہ ایک مکمل تربیت کا نام ہے اور اس میں سب سے بڑی تربیت اپنی خواہشات پر قابو ہے لیکن اکثر لوگ رمضان کو لذتوں اور چٹخاروں کا مہینہ بنالیتے ہیں۔ ایسا کرنے سے پرہیز کریں۔ اس سے آپ کی صحت پر بھی اچھے اثرات مرتب ہوں گے۔ صاحبِ حیثیت خواتین وحضرات اپنے دسترخوانوں کو غریبوں ومسکینوں کے لیے دراز کریں۔

●**انفاق فی سبیل اللہ:** مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗٓ اَضْعَافًا کَثِیْرَۃً (البقرہ ۲:۲۴۵) ’’تم میں کون ہے جو اللہ کو قرضِ حسنہ دے تاکہ اللہ اُسے کئی گنا بڑھا چڑھا کر واپس کرے؟‘‘ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ تو اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اس کو بے یار و مددگار چھوڑتا ہے۔ جو اپنے بھائی کی حاجت پوری کرے گا اللہ اس کی حاجت پوری کرے گا۔ جو شخص کسی مسلمان کی کسی پریشانی کو دُور کرے گا تو اللہ قیامت کے دن اس کی پریشانی دُور کرے گا۔ جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا تو اللہ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا‘‘۔ (بخاری، مسلم، عن ابن عمرؓ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بہت سخاوت کرتے تھے اور آپؐ کی سخاوت تیز چلتی

ہوئی ہوا سے زیادہ ہوتی تھی (مشکوٰۃ)۔کوشش کریں رمضان کا ایک دن بھی انفاق فی سبیل اللہ کے بغیر نہ گزرے، چاہے اللہ کی راہ میں روزانہ ایک روپیہ ہی کیوں نہ دیا جائے۔ روزہ داروں کی افطاری کا اہتمام کریں، یتیموں کی کفالت کریں، عزیز رشتہ داروں کی مدد کریں، زکوٰۃ کی ادایگی کریں۔

● **تاریخ سے رشتہ**: یاد رکھیے! وہ قومیں کبھی تباہ نہیں ہوتیں جو اپنے روشن ماضی کو ہر وقت یاد رکھتی ہیں اور اس سے سبق حاصل کرتی ہیں۔ آج اُمتِ مسلمہ جس زبوں حالی کا شکار ہے اس سے نکلنے کا واحد راستہ اپنی تاریخ کی جانب پلٹنا ہے اور اسی طرح جدوجہد کرنا ہے جس طرح ہمارے اسلاف نے ماضی میں اپنا تن من دھن قربان کر کے کی۔ رمضان المبارک اس لحاظ سے بھی خاص اہمیّت رکھتا ہے کہ اس میں درجِ ذیل واقعات پیش آئے جو آج بھی تاریخ میں سنہری حروف سے لکھے ہوئے ہیں اور تاقیامت لکھے رہیں گے۔ ان ایام کو منانے کا بھرپور اہتمام کریں، تاکہ ۱۰ رمضان المبارک کو 'یومِ باب الاسلام' مناتے ہوئے ہمارے اندر بھی اُمتِ مسلمہ سے محبت کا جذبہ پروان چڑھے۔ ۱۷ رمضان المبارک کو 'یومِ بدر' مناتے ہوئے اللہ وحدہٗ لاشریک کی وحدانیت پر ایمان پختہ ہو۔ ۲۱ رمضان المبارک کو 'یومِ فتح مکہ' مناتے ہوئے اللہ ربّ العزت کے تمام طاقتوں کا منبع ہونے کا حقیقت کی نگاہ سے مشاہدہ ہوسکے۔ ۲۷ رمضان المبارک کو یومِ نزولِ قرآن مناتے ہوئے قرآن کے برحق ہونے کا یقین پختہ ہوسکے۔

● **قرآن سے تعلق**: رمضان کا مہینہ دراصل قرآن کی سال گرہ کا مہینہ ہے اور اسی مہینے میں تورات و انجیل نازل ہوئیں۔ رمضان کی ساری شان و عظمت قرآن ہی کی وجہ سے ہے۔ یہ قرآن ایک چلتا پھرتا، جیتا جاگتا اور زندہ و جاوید معجزہ ہے۔ یہ جس سرزمین پر اُترا اُسے امن والا بنادیا، جس قوم پر اُترا اُسے اُمتِ وسط بنادیا، جس مہینے میں اُترا اُسے سب مہینوں سے افضل بنادیا، جس رات اُترا اُسے ہزار مہینوں سے بہتر بنادیا اور جس نبیؐ پر اُترا اُسے امام الانبیاؑ بنادیا۔ لہٰذا اس ماہِ مبارک میں قرآن سے خصوصی تعلّق قائم کیجیے اور تلاوت کیجیے، ترتیل کے ساتھ پڑھیے، اسے یاد کرنے کی کوشش کیجیے اور پورے رمضان میں روزانہ کم ازکم ایک آیت ضرور حفظ کرلیں۔ اس طرح رمضان کی تکمیل تک آپ کو ۳۰ آیات حفظ ہوجائیں گی۔

قرآن پڑھتے وقت اس کے ترجمے کو ضرور سامنے رکھیں، تب ہی آپ کو سمجھ آئے گا کہ یہ

آپ سے کیا کہہ رہا ہے۔ اگر ترجمے کے ساتھ اس کی تفسیر بھی دیکھ لی جائے تو بہت سے ایسے راز آپ پر منکشف ہوں گے جن کی آپ کو جستجو تھی۔ اس رمضان سے قرآن کے حوالے سے ایک نئی چیز اپنے اندر پیدا کریں کہ اس کا فہم حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ اس کے لیے قرآن سے محبت رکھنے والوں کی بہت سی کاوشیں بازار میں دستیاب ہیں لیکن اگر آپ انفرادی طور پر ان سے مستفید ہونا چاہیں تو بہت آسان نہیں، سیکڑوں میں سے کوئی ایک آدھ کامیاب ہو تو ہو لیکن اگر اس کو چند دوست، محلے دار یا کم از کم گھر کے افراد اجتماعی طور پر فہم حاصل کرنے کی کوشش کریں تو یہ کام بہت آسان ہو جائے گا اور اس کی پابندی بھی ہو سکے گی۔ پھر اس قرآن ہی کے حوالے سے ایک کام اور کریں کہ اس کے کہے پر عمل کر کے دیکھیں۔ آپ کو لگے گا کہ آپ نے ایک نئی دنیا میں قدم رکھ دیا ہے، جہاں سرور، اطمینانِ قلب اور سکون ہی سکون ہے جس کی تلاش میں دنیا بھٹک رہی ہے۔ اس رمضان سے اس قرآن کی دعوت کو عام کرنے کی فکر اور جدوجہد کو بھی اپنا شعار بنالیں تاکہ بھٹکی ہوئی انسانیت بھی سکون اور اطمینانِ قلب کی طرف پلٹ آئے۔

**آئیے عہد کریں:**

۱- اس رمضان میں کسی بھی نماز میں تکبیرِ اولیٰ فوت نہیں ہونے دیں گے۔
۲- رمضان چارٹ بنا کر اپنی کمزوریوں کا ازالہ کریں گے۔
۳- ہر روز حسبِ توفیق کچھ نہ کچھ اللہ کے دیے ہوئے مال میں سے ضرور خرچ کریں گے۔
۴- تہجد کی ادایگی کو اپنا شعار بنائیں گے۔
۵- کسی ایک فرد کو قرآن پڑھنا سکھانا شروع کریں گے۔
۶- قرآن کا ترجمہ اور تفسیر پابندی سے پڑھنے کا آغاز کریں گے۔
۷- اہلِ خانہ کے ساتھ قرآن ترجمہ و تفسیر کے ساتھ پڑھنے کا اہتمام کریں گے۔
۸- امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ اسلامی روح کے ساتھ انجام دیں گے۔
۹- ہر کام میں اجتماعیت کو فروغ دیں گے۔
۱۰- دعوت الی اللہ کا فریضہ انجام دیں گے۔

---

کتابچہ دستیاب ہے۔ منشورات، منصورہ، لاہور، قیمت: ۷ روپے (سیکڑے پر خصوصی رعایت)

# رمضان ــــ ماہِ جود وسخا

امام حسن البنا شہیدؒ / ترجمہ: محمد ظہیر الدین بھٹی

میں چاہتا ہوں کہ آج آپ کو یہ بتاؤں کہ ماہِ رمضان ماہ جود وسخا ہے، ماہِ کرم وعطا ہے، خرچ کرنے کا مہینہ ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے اس موقف کے ساتھ ہم آہنگ ہوں اور اسی نتیجے تک پہنچیں جس تک میں پہنچا ہوں مگر ایک علمی طریق کار سے، ایک سائنٹی فک ریسرچ کے ذریعے، ایک خالصتاً تحقیقی وعلمی زاویۂ نظر سے اور باریک بینی پر مبنی تجزیاتی نقطۂ نظر سے۔

اے عزیز گرامی قدر! آپ رمضان کے دنوں میں کھانے پینے سے اجتناب کرتے ہیں۔ خوردونوش سے بچتے ہیں، آپ جسمانی لذات وشہوات کے خلاف لڑتے ہیں۔ آپ اپنے پروردگار کے حضور روزے، نماز، عبادت اور تلاوت قرآن کے ساتھ حاضر ہوتے ہیں۔ یہ انتہائی لذیذ غذا ہے، یہ روح کی من بھاتی لذیذ خوراک ہے، پاکیزہ نفس اس سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ اس سے فکرونظر میں جلا پیدا ہوتی ہے، اس سے نور بصیرت میں چمک دمک پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ نماز وروزہ اور عبادت وتلاوت کی برکت سے آپ حقائق کو ان کی اصل شکل میں دیکھیں گے اور ہر شے کو اس کے درست مقام پر رکھیں گے، جس کے لیے وہ پیدا کی گئی ہے۔

رمضان کے روزوں کے فوائد وثمرات سے متاثر ہوکر، آپ اس حقیقت تک پہنچیں گے کہ یہ دنیوی ساز وسامان اور یہ فنا پذیر اموال محض ذرائع ہیں، ان کی لذتیں مقصود نہیں اور نہ ان کی بذات خود کوئی قدر وقیمت ہی ہے۔ یہ مال ودولت اور یہ ساز وسامان دنیا، یہ مال ومتاع جہاں اس وقت اعلیٰ واشرف ہے جب آپ اسے بھلائی کے کاموں میں خرچ کریں، جب کہ یہی مال ومنال گھٹیا، ہیچ اور حقیر ومعمولی ہے، جب آپ اسے حقیر کاموں میں ضائع کریں۔

رمضان خرچ کرنے کا مہینہ ہے۔ اگر آپ روزے کی اصل روح سے سرشار ہو جائیں اور روزے آپ پر مثبت اثرات ڈالیں تو آپ محسوس کریں گے کہ بہت سے لوگ بھوکے ہیں، ان کے حلق پیاسے ہیں، ان کی آنتیں قل ھو اللہ پڑھ رہی ہیں، جب کہ آپ میں اتنی استطاعت ہے کہ آپ ان کی بھوک کا ازالہ کر سکتے ہیں، ان کے پیاسے حلق تر کر سکتے ہیں، ان کی بھوک پیاس مٹانے کی سکت آپ میں ہے۔ اب روزہ آپ کو اس بات پر آمادہ کرے گا کہ آپ ان بھوکے پیاسے انسانوں کے لیے مال ومتاعِ دنیا خرچ کریں۔ روزے کی برکات وسعادات کا ہی یہ ثمرہ ہے کہ آپ خوشی ومسرت بلکہ فخر سے اللہ کی راہ میں خرچ کریں گے۔

ماہ رمضان جود وسخا اور بذل وعطا اور داد ودہش کا مہینہ ہے۔ آپ جب اس کے روزوں کے تجربات سے گزریں گے تو آپ یہ محسوس کریں گے کہ آپ کے دل میں ایک نازک جذبہ جاگزیں ہو چکا ہے۔ ایک دقیق ورقیق احساس نے آپ کی ذات کا احاطہ کر لیا ہے۔ ایک نرم و نازک، رقت آمیز شعور مگر انتہائی طاقت ور سوچ نے آپ کے دل و دماغ اور حواس پر قبضہ کر لیا ہے۔ یہ جذبہ، یہ احساس، یہ شعور یہ سوچ کیا ہے؟ لوگ اسے نرم دلی، رحمت اور شفقت و ہمدردی کا نام دیتے ہیں۔ اسے آپ خواہ کوئی سا بھی نام دیں، رحمت وشفقت کہیں یا محبت و الفت، مگر آپ یہ ضرور محسوس کریں گے کہ آپ کی ذات میں کسی ایسے جذبے نے جگہ بنالی ہے جو آپ کو مجبور کرتا ہے کہ آپ پریشان حال اور مصیبت زدہ لوگوں کے ساتھ ہمدردی وغم خواری کریں۔ آپ محروم لوگوں کو عطا کریں۔ آپ اپنے عطیات سے غریبوں، یتیموں، مسکینوں اور بے سہارا لوگوں کے آنسو پونچھیں۔

معلوم ہوا کہ رمضان بذل وعطا کا مہینہ ہے۔ آسان لفظوں میں دینے دلانے کا مہینہ ہے، خرچ کرنے کا مہینہ ہے۔ روزوں کی عملی تربیت سے اگر آپ کی ذات میں یہ جذبہ پیدا ہو، یہ خیال ابھرے اور یہ سوچ پیدا ہو کہ یہ مال و متاعِ دنیا سب بتانِ و ہم وگمان ہیں۔ انسانوں کو آزمایش پر آمادہ کرنے والی فانی شے ہے۔ لوگ جسے مال ومنال کہتے ہیں، یہ دراصل وبال ہے۔ اسی مال کی حرص وآز نے انسانوں کو ایک دوسرے کا دشمن بنا دیا ہے۔ اس کے بعد آپ میں یہ جذبہ جنم لے گا کہ جس مال کا آپ کو جانشین بنایا گیا ہے، اسے آپ نے بھوکی پیاسی انسانیت کی خاطر خرچ کرنا ہے، نیکی اور بھلائی کے کاموں میں خرچ کرنا ہے۔ اس مال میں سے آپ کے لیے صرف

وہی ہے جسے آپ نے کھا لینا ہے اور یوں اسے اپنے ذاتی تصرف میں لے آنا ہے، یا اس مال میں سے لباس تیار کروا کر اسے پہن لینا ہے اور پھر اسے پرانا اور بوسیدہ کر دینا ہے، یا صدقہ کر کے اپنے مال کو بقائے دوام دینا ہے۔

قارئین محترم، ذرا اس ارشادِ الٰہی کا مطالعہ کیجیے: اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ وَ اَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَکُمْ مُّسْتَخْلَفِیْنَ فِیْہِ ط (الحدید ۵۷:۷) ''ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسولؐ پر اور خرچ کرو ان چیزوں میں سے جن پر اس نے تم کو خلیفہ بنایا ہے''۔ آپ بلاشک وشبہہ اللہ کے راستے میں، نیکیوں اور بھلائیوں کے کاموں میں ہنستے مسکراتے، بطیّب خاطر اپنا مال و دولت خرچ کریں گے۔ آپ کو اس کارِ خیر تک کس نے پہنچایا، صحیح شرعی روزے نے......!

اس ساری تمہیدِ طولانی کے بعد، اب آپ میں یہ صلاحیت پیدا ہو چکی ہے کہ آپ درج ذیل حدیث نبویؐ کے بھید کو پا سکیں اور اس میں مضمر راز کی تہہ تک پہنچ سکیں۔

امام بخاریؒ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے، فرمایا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے بڑھ کر سخی تھے۔ آپؐ رمضان میں بہت زیادہ سخاوت فرماتے تھے جب حضرت جبرائیلؑ آپ سے ملتے تھے۔ حضرت جبرائیلؑ آپؐ سے رمضان کی ہر رات میں ملاقات کرتے تھے، اور آپؐ سے مل کر قرآن کریم کا دور کرتے تھے۔ حضورؐ اکرم خیر و بھلائی کی سخاوت کرنے میں تند و تیز آندھی سے بھی زیادہ سخی تھے''۔ (بخاری)

کیا آپ نے غور کیا: رسولِؐ انور کی ذات گرامی روحانی درجات میں کس قدر بلند و بالا تھی۔ پھر اس پر حضرت جبریلؑ سے ملاقات کی روحانیت۔ پھر تلاوت قرآن کی روحانیت۔ ماہِ رمضان کے روزوں کی روحانیت۔ ان تمام روحانیتوں نے یک جا ہو کر یہ کیا کہ مادیت کا غلبہ کمزور پڑ گیا اور فتنے کے اثرات غائب ہو گئے۔ چنانچہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام مال ومتاع دنیا کی سخاوت اس طرح کرتے تھے، جیسے تند و تیز ہوا ہو کہ وہ ہر چیز پر سے گزرتی ہے، ہر شے کو سرفراز کرتی ہے۔

آپ نے دیکھا کہ خالص عبادت، عبادت گزاروں کے نفوس پر کیسے اثر انداز ہوتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس مالی بحران کے دور میں، مسلمانوں کو اپنا مال خرچ کرنے کے لیے کہنا، ہمارے قارئین محترم کو کچھ عجیب سا لگے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ مجھ پر اعتراض کریں کہ جب لوگ

معیشت کی تنگی میں مبتلا ہیں اور مالی بحران نے ان کا جینا دوبھر کر رکھا ہے، تو ایسی حالت میں انھیں انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دینا غیر موزوں ہے۔ اس کا فائدہ کیا؟

میں آپ سے کہوں گا: عزیز محترم، ذرا رُک جائیے:

آپ بنکوں کی عمارات دیکھیے، عوام کی ان بنکوں میں آمد ورفت اور بھیڑ بھاڑ پر نظر ڈالیے۔ آپ بدکاری وعیاشی کے اڈوں کو جو شاہراہ عماد الدین پر واقع ہیں، دیکھیے، اس سڑک پر جوے خانوں پر نگاہ ڈالیے، آپ سمعان کی دکانوں کو ملاحظہ کیجیے۔ آپ شکورہل وغیرہ کی مارکیٹوں اور بازاروں میں خریداروں کے ہجوم کو دیکھیے۔ آپ بڑی بڑی آرام دہ گاڑیوں اور کاروں کو کیسے نظر انداز کر سکتے ہیں۔ آپ بلند وبالا کوٹھیوں اور بنگلوں سے کیسے صرف نظر کر سکتے ہیں۔ آپ کے سامنے دنیا کی زندگی کی چمک دمک ہے، دنیا کا پھول خوب کھلا ہوا ہے۔ دنیوی امارت اور شان وشوکت کے مظاہر کے اثرات آپ کو ہمارے سرمایے پر اور ہمارے نوجوانوں پر نظر آئیں گے۔ آپ ذرا سی دیر کے لیے ہی، یہ سب کچھ دیکھیے اور پھر بتائیے کہ غربت کا مسئلہ سرے سے ہے ہی نہیں، نہ کوئی بحران ہے۔

اصل معاملہ یہ ہے کہ ہم لوگ نیکی اور بھلائی کے کاموں میں صرف کرنے میں کنجوس وبخیل واقع ہوئے ہیں۔ ہمارے نفوس میں بخل ہی بخل ہے۔ ہم لوگ اپنے اموال ان کاموں میں خرچ کرتے ہیں، جو اللہ کو پسند نہیں۔ ہم اعلیٰ و برتر اُمور کے طلب گار نہیں، ہم معمولی وحقیر اور گھٹیا قسم کے کاموں میں الجھتے ہیں، معمولی باتوں کی طرف لپکتے ہیں، چھوٹے درجے کے کاموں میں ہمارا دل لگتا ہے۔ ہم ہر ردی اور خراب چیز کی طرف لپکنے والے ہیں، ہم دنیا کی ظاہری چکاچوند پر ریجھنے والے ہیں، ہم انھی سے لطف اندوز ہونا زندگی کا مقصد سمجھتے ہیں۔

اگر مسلمانوں میں 'خیر' کی محبت رچی بسی ہوتی، مقاصدِ عالیہ کی طلب وجستجو ان کے دل ودماغ پر چھائی ہوتی اور وہ اس سلسلے میں قرار واقعی جدوجہد کرتے، تو آپ دیکھتے کہ ہر مسلمان اس بات کی استطاعت رکھتا ہے کہ وہ میانہ روی سے کام لے اور اپنی آمدنی میں سے غریبوں، محتاجوں اور ناداروں کی مدد کے لیے کچھ نہ کچھ خرچ کر دے۔ وہ تمباکو نوشی اور سگار پینے پر جو خرچ کرتا ہے، جس رقم سے گانوں کی کیسٹ خریدتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتا۔ وہ رقم جو وہ قہوہ خانے

میں رات گزارنے میں خرچ کرتا ہے، یا وہ رقم جو وہ شراب نوشی کی دعوت کر کے محض ریاکاری اور شہرت کے لیے اڑا دیتا ہے، یا وہ رقم جو وہ مہنگی نکٹائی خریدنے میں ضائع کر دیتا ہے یا دستی رومال کی خریداری پر، پھر اپنے مہنگے مشروبات پر، عطر کی شیشی پر اور دیگر فضولیات اور غیر ضروری اشیا کے خریدنے پر اڑا دیتا ہے۔ کاش! وہ ان تمام اُمور میں میانہ روی سے کام لیتا اور پھر اس سے جو زائد رقم بچتی ـــــ اور یہ بہت ہوتی ـــــ اسے مسلمان خیر کے منصوبوں اور اسلام کی خدمت میں صرف کرتے تو کتنا اچھا ہوتا، کتنی اُمیدیں پوری ہوتیں اور کتنے ہی فلاحی کام پایۂ تکمیل کو پہنچ جاتے!

مسلمان کو یہ سب باتیں ماہ جود وسخا کے موقع پر یاد رکھنا چاہیے۔ اس کے ساتھ ہی مسلمان کو یہ بات ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ اگر وہ اپنے اُمور میں میانہ روی اور اعتدال سے کام لے گا تاکہ وہ شرافت، عزت اور خیر کے راستے میں خرچ کرے، تو اس کے دشمن کی قوت کمزور پڑ جائے گی۔ وہ دشمن جو مسلمانوں کے مال و دولت سے فائدہ اٹھاتا ہے اور مسلمانوں کے اموال پر سرمایہ کاری کر کے خوب مال کماتا ہے اور پھر اسے مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے میں خرچ کرتا ہے۔ دشمن مسلمانوں سے حاصل شدہ سرمایے کو اپنے علاقے کی آبادکاری اور ترقی میں لگاتا ہے۔

کاش! مسلمان اس نیک جذبے کو بروے کار لاتے۔ کاش! انھیں معلوم ہوتا کہ ہمارے اموال میں سائل اور محروم کا حق ہے۔ کاش! انھیں احساس ہوتا کہ انھیں ترقی کرنا ہے، انھیں آگے بڑھنا ہے۔ اگر یہ جذبہ واحساس ہوتا، تو ہم 'مانولی' شراب سے بے پروا ہوتے، 'ماتوسیان' سگریٹ کے پیکٹ سے بے نیاز ہوتے اور 'البون مارشے' کی زیب وزینت اور ڈیکوریشن کے محتاج نہ ہوتے۔

آج مسلمانوں کا معاملہ عجیب ہے۔ ان میں سے کتنے ہیں جو اپنے خون پسینے کی کمائی معمولی چیزوں میں اڑا دیتے ہیں۔ دوسری طرف وہ اعلیٰ مقاصد اور اغراض کے لیے معمولی رقم بھی خرچ کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے جب انھیں خرچ کرنے کے لیے کہا جاتا ہے تو وہ اقتصادی بحران کا بہانہ کرتے ہیں اور کساد بازاری کا رونا روتے ہیں۔ حالانکہ معاشی بحران سے بڑھ کر خطرناک چیز یہ ہے کہ مال و دولت کو بے جا اڑایا جائے اور مال و دولت کی تقسیم غیر منصفانہ ہو۔

کاش! لہو ولعب میں گلچھڑے اڑانے والے، ذرا دیر کے لیے چشم تصور سے ہی سہی ان

کسانوں اور مزدوروں کا خیال کرتے جو سخت تنگی و ترشی میں رہ کر روزی روٹی کماتے ہیں، انھیں ناکافی غذا، بے آرامی اور تھکاوٹ کے سوا کچھ نہیں ملتا۔ محرومی و بدبختی ان کا مقدر ہے۔ جو لوگ صرف ایک رات میں ہزاروں کی رقم اڑا دیتے ہیں، کاش کہ انھیں معلوم ہوتا کہ وہ جو خرچ کر رہے ہیں یہ انھی کے ہم وطن اور ہم مذہب محنت کش بھائیوں کی خون پسینے کی کمائی ہے، اور انسانیت و وطن کے رشتے میں منسلک ان غریب بھائیوں نے یہ رقم کمانے میں کئی دن صرف کیے ہیں۔

اے مال دارو! اے سرمایہ دارو! اے اصحاب ثروت! آپ لوگوں سے اس مال کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ پوچھے گا: تم نے یہ مال کہاں سے کمائے؟ تم نے یہ مال کن کاموں میں صرف کیے؟ ـــــ خواہ تمھیں یہ سوال پسند ہو یا ناپسند، بہرحال یہ تم سے پوچھا ضرور جائے گا۔ ابھی سے اس سوال کا جواب تیار کرلو!

بہرحال یہ ماہ رمضان ہے ـــــ سخاوت کا مہینہ، راہ خدا میں اپنے مال و دولت کو خرچ کرنے کا مہینہ! ہمارے سامنے بہت سے منصوبے ہیں۔ یہ ہمیں خرچ کرنے پر آمادہ کر رہے ہیں۔ تو کیا ماہِ رمضان کے روحانی موسم میں، اس پاکیزہ فضا میں، اس کیف انگیز ماحول میں ہم اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کی تربیت و تجربہ کا موقع دیں گے؟

هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ یَّبْخَلُ ۚ وَمَنْ یَّبْخَلْ فَاِنَّمَا یَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ۭ وَاللّٰهُ الْغَنِیُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَكُمْ ثُمَّ لَا یَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ ۝ (محمد ۴۷:۳۸)

دیکھو، تم لوگوں کو دعوت دی جا رہی ہے کہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرو۔ اس پر تم میں سے کچھ لوگ ہیں جو بخل کر رہے ہیں، حالانکہ جو بخل کرتا ہے وہ درحقیقت اپنے آپ ہی سے بخل کر رہا ہے۔ اللہ تو غنی ہے، تم ہی اس کے محتاج ہو۔ اگر تم منہ موڑو گے تو اللہ تمھاری جگہ کسی اور قوم کو لے آئے گا اور وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔

(افکارِ رمضان، البدر پبلی کیشنز، اُردو بازار، لاہور، ص ۱۱۶-۱۲۵)

# رمضان میں قیامِ لیل اور تراویح

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

● **تراویح: آں حضورؐ کا عمل**: حضرت زید بن ثابتؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں بوریا کا ایک حجرہ بنایا۔ کئی راتوں تک اس میں نماز پڑھی یہاں تک کہ بہت سے لوگ آپؐ کے پیچھے جمع ہوگئے۔ پھر ایک رات لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز نہ سنی۔ انھوں نے گمان کیا کہ حضورؐ سو گئے ہیں۔ بعض نے کھنکارنا شروع کیا کہ آپؐ حجرے سے نکل کر ان کی طرف تشریف لائیں۔ آں حضورؐ نے باہر آکر فرمایا: مجھے تمھاری کیفیت معلوم ہے۔ مجھے یہ خوف ہوا کہ کہیں تم پر یہ نماز فرض نہ کر دی جائے، اور اگر یہ چیز تم پر فرض ہو جاتی تو تم اس کو ادا نہ کر پاتے۔ اے لوگو! اس کو اپنے گھروں میں پڑھو۔ آدمی کی بہترین نماز اس کے گھر کی ہے، ماسوائے فرض نمازوں کے' (متفق علیہ)۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی مسجد میں نماز پڑھے تو اپنی نماز میں سے کچھ حصہ گھر کے لیے بھی رکھ لے۔ اس نماز کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس گھر میں بھلائی کر دے گا'۔ (مسلم)

حضرت ابوذر غفاریؓ کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روزے رکھے۔ آپؐ نے تراویح میں ہمارے ساتھ قیام نہ کیا، یہاں تک کہ صرف سات دن رہ گئے۔ ۲۴ رمضان کی رات کو حضورؐ نے ہمارے ساتھ قیام کیا، یہاں تک کہ تہائی رات گزر گئی۔ جب چھے راتیں باقی رہ گئیں تو آپؐ نے پھر ہمارے ساتھ قیام نہ کیا۔ جب پانچ راتیں رہ گئیں تو حضورؐ نے پھر قیام فرمایا، یہاں تک کہ آدھی رات گزر گئی۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! کاش! آپؐ اس سے زیادہ قیام فرماتے۔ آپؐ نے فرمایا: آدمی جس وقت امام کے ساتھ نماز پڑھتا ہے

یہاں تک کہ فارغ ہو جاتا ہے تو اس کے لیے ساری رات کا قیام لکھا جاتا ہے۔ جب چار راتیں باقی رہ گئیں تو آپؐ نے پھر ہمارے ساتھ قیام نہ کیا۔ جب تین راتیں باقی رہ گئیں تو آپؐ نے اپنے گھر والوں کو جمع کیا اور اپنی عورتوں کو اور لوگوں کو بھی جمع کیا اور ہمارے ساتھ کھڑے ہوئے۔ اس موقع پر ہمیں فلاح کے فوت ہو جانے کا خطرہ ہوا (یعنی سحری کھانے سے رہ جانے کا خوف ہوا)۔ پھر بقیہ راتوں میں قیام نہیں کیا''۔(ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

اس سے پہلے ایک روایت حضرت زید بن ثابتؓ کی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ رمضان کے ابتدائی ایام میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح پڑھی۔ اس طویل روایت میں حضرت ابوذر غفاریؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے پہلے ۲۴ دن ہمارے ساتھ قیام نہیں کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ دونوں روایتیں دو مختلف رمضان کا ذکر کرتی ہیں۔ حضرت ابوذرؓ جس رمضان کا ذکر کر رہے ہیں وہ بعد کا واقعہ ہے۔ اس روایت میں حضرت ابوذرؓ نے حضورؐ سے درخواست کی کہ کاش! آپؐ زیادہ قیام فرماتے جس پر آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدمی امام کے ساتھ نماز پڑھتا ہے اور اس وقت تک ساتھ رہتا ہے جب امام سلام پھیرے، تو اس شخص کے لیے رات بھر کا قیام لکھا جاتا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی عنایت اپنے بندوں پر ایسی ہے کہ رات کی نماز جماعت کے ساتھ امام کے پیچھے پڑھتے ہیں، یعنی فرض ادا کرتے ہیں تو اس کا اجر رات بھر کے قیام کے برابر لکھا جاتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ اپنے کرم سے جتنا چاہے عطا فرما دے۔ اس کا اصول ہے کہ سزا دیتا ہے تو صرف جرم کے مطابق، اور انعام دیتا ہے تو اپنی رحمت کے مطابق، یعنی آدمی کی خدمت سے کئی گنا زیادہ۔ اس لیے حضورؐ نے فرمایا کہ آدھی رات تک ہم نے تمھیں نماز پڑھائی، یہی کافی ہے، اجر تو اللہ ساری رات کے قیام کا دے گا۔ پھر حضرت ابوذر غفاریؓ یہ بھی کہتے ہیں کہ جب تین راتیں باقی رہ گئیں تو آں حضورؐ نے اپنے گھر والوں، بیویوں، بچوں اور دوسرے لوگوں کو جمع کیا اور تراویح کی نماز پڑھائی۔ یہاں تک کہ انھیں اندیشہ ہوا کہ ہم فلاح سے رہ جائیں گے۔ پوچھا گیا کہ فلاح کیا ہے تو حضرت ابوذرؓ نے جواب دیا: اس سے مراد سحری کا کھانا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ راوی جس نے حضرت ابوذرؓ سے سوال کیا کہ فلاح کیا ہے کوئی دوسرا ہے۔ حضرت ابوذرؓ نے بتایا کہ

قیام اتنا طویل ہوا کہ خدشہ ہوگیا کہ آج سحری کا کھانا مشکل ہی سے کھایا جائے گا۔ اس روایت سے یہ ثبوت بھی ملا کہ یہ پہلے رمضان کی طرح نہیں کہ جس میں آں حضوؐر نے تراویح کا انتظام کیا تھا، تو لوگ آپ کی آواز سُن کر جمع ہوگئے تھے اور اوائل رمضان میں تراویح پڑھی تھی، بلکہ اس بعد کے رمضان میں آپؐ نے اور لوگوں کو بھی جمع کیا اور گھر کے بال بچوں کو بھی جمع کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ اس سے اس بات کا ثبوت بھی مل گیا کہ حضرت عمرؓ نے تراویح کا جو انتظام کیا تھا وہ خلافِ سنت نہ تھا۔ حضور اکرمؐ نے نہ صرف خود نماز پڑھی بلکہ یہ بھی ثابت ہوا کہ دیگر لوگوں کو جمع بھی کیا۔

حضور اکرمؐ نے باقی دن جو تراویح نہیں پڑھائی تو اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تراویح فرض نہیں بلکہ سنت ہے۔ حضوؐر نے لوگوں کو جمع بھی کیا ہے اور نہیں بھی۔ لوگوں کو از خود جمع ہوجانے سے روکا بھی نہیں، تراویح پڑھائی بھی ہے اور نہیں بھی۔ اس طرح آں حضوؐر نے اپنے عمل سے یہ بتا دیا کہ فرض، واجب، سنت اور نفل کیا ہیں۔ تراویح نفل ہے جس پر آں حضوؐر نے خود عمل کیا ہے مگر اس کو لازم نہیں کیا۔

● **خلیفہ اوّل کا عمل**: حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیام کے لیے رغبت دلاتے تھے لیکن تاکیداً حکم نہیں دیتے تھے۔ آپؐ فرماتے تھے کہ جو شخص صحیح اعتقاد کے ساتھ ثواب کی خاطر قیامِ رمضان کرتا ہے اس کے پہلے گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔ پھر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رحلت فرما گئے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت میں بھی یہ معاملہ اسی طرح چلتا رہا اور حضرت عمرؓ کے ابتدائی زمانۂ خلافت میں بھی یہی معمول تھا۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ خلیفہ دوم نے اپنے دوسرے نصف دورِ خلافت میں نمازِ تراویح کو مساجد میں باجماعت ادایگی کی شکل میں اختیار فرمایا جو آج تک مسلمانوں میں رائج ہے۔ چونکہ آں حضوؐر نے اپنے ساتھ لوگوں کے جمع ہونے کو ناپسند نہیں کیا بلکہ ایک دوسرے موقع پر لوگوں کو قیام کے لیے جمع بھی کیا، تو ثابت ہوا کہ حضرت عمرؓ نے جو انتظام قیامِ رمضان کے سلسلے میں کیا وہ خلافِ سنت نہیں ہے۔

● **خلیفہ دوم کا عمل**: حضرت عبدالرحمٰن بن عبدالقاری روایت کرتے ہیں کہ ایک شب حضرت عمر بن خطابؓ کے ساتھ مسجد میں گیا تو دیکھا کہ لوگ علیحدہ علیحدہ مسجد میں نماز پڑھ رہے ہیں اور کچھ لوگ ایک امام کے ساتھ نماز ادا کر رہے ہیں۔ اس وقت حضرت عمرؓ نے فرمایا: اگر

میں انھیں ایک امام کے پیچھے جمع کر دوں تو زیادہ بہتر ہوگا۔ پھر فیصلہ کر کے حضرت ابی بن کعبؓ کو امام مقرر کر دیا۔ جب دوسری شب مسجد کی طرف آئے تو دیکھا اب لوگ ایک امام کی اقتدا میں نماز ادا کر رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ نے فرمایا: یہ کیا اچھی بدعت ہے اور جس نماز سے تم غفلت برتتے تھے۔ یہ زیادہ بہتر ہے کہ تم قیامِ لیل کرو۔ خود حضرت عمرؓ آخر شب کے قیام کو ترجیح دیتے تھے اور لوگ اوّل شب کو قیام کرتے تھے۔

● **تراویح کی تعداد**: حضرت سائب بن یزید روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت تمیم داریؓ کو حکم دیا کہ وہ رمضان میں لوگوں کو ۱۱ رکعت جماعت سے پڑھائیں اور امام ان سورتوں کی تلاوت کرتے تھے جن میں تقریباً سو آیات ہوتیں۔ طویل قیام کی وجہ سے ہم لاٹھیوں کے سہارے کھڑے ہوتے تھے اور مسجد سے ہماری واپسی فجر کے قریب ہوتی۔ (موطا)

حضرت اعرجؒ روایت کرتے ہیں کہ ہم نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ رمضان کے مہینے میں کفار پر لعنت کرتے تھے اور امام سورۂ بقرہ آٹھ رکعت میں پڑھتے اور اگر وہ اس سورہ کو ۱۲ رکعت میں ختم کرتے تو ہم سمجھتے کہ انھوں نے نماز میں تخفیف کی ہے (ایضاً)۔ حضرت عبداللہ بن ابوبکر روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابی بن کعبؓ سے سنا ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب ہم رمضان میں قیامِ لیل سے فارغ ہوتے تو خادموں سے کہتے کہ کھانا لانے میں جلدی کرو تاکہ سحری چھوٹ نہ جائے۔ ایک دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ فجر (صبح صادق) طلوع نہ ہو جائے۔ (ایضاً)

نمازِ تراویح کے بارے میں اکثر احادیث میں قیامِ لیل کا لفظ استعمال ہوا ہے جو بجاے خود اس بات کی دلیل ہے کہ قیام کرنے والا حسب توفیق قیام کرے۔ تعداد رکعات کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ مندرجہ بالا تینوں احادیث میں بھی مختلف تعداد کا بیان اس معاملے میں کسی پابندی کو ظاہر نہیں کرتا۔

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مقتدیوں کی آسانی اور رمضان المبارک میں قرآن کا دورانِ نماز پڑھنا اس بات کا متقاضی تھا کہ تعدادِ رکعات میں مناسب اضافہ کرلیا جائے تاکہ طویل قیام کے لیے لاٹھیوں کا سہارا نہ لینا پڑے۔ لہٰذا تراویح کے سلسلے میں جس قدر بھی اختلافی آرا سامنے آتی ہیں ان کی بنیاد پر کسی نص یا حکمِ رسالت کی نفی نہیں ہوتی۔ (افاداتِ مودودی، درس حدیث مشکوٰۃ، باب الصلوٰۃ، مرتبین: میاں خورشید انور، بدرالدجیٰ خان، ص ۳۱۵-۳۲۰)

---

# آٹو رکشا کے ذریعے دعوتِ دین

## ـــــ ایک دعوتی تجربہ

سلام سنٹر بنگلور، بھارت اس لحاظ سے معروف ادارہ ہے کہ دعوتِ دین کے لیے مختلف طبقوں میں حکمت کے ساتھ تعارف و تقسیم قرآن اور تعارف سیرتِ رسولؐ کے لیے منفرد انداز میں کام کر رہا ہے۔ حال ہی میں آٹو رکشا کے ذریعے دعوتِ دین کا تجربہ کیا گیا۔ اس کی رپورٹ بہ شکریہ دعوت، دہلی (اگست ۲۰۱۲ء) پیش ہے۔ (ادارہ)

گذشتہ دنوں سلام سنٹر کی جانب سے بنگلور شہر میں آٹو رکشا کے ذریعے دعوت کا کام ایک نئے انداز میں شروع کیا گیا۔ اس کے تحت آٹو رکشا ڈرائیور کی سیٹ کے پیچھے ایک اسٹینڈ لگایا گیا ہے جس میں تین خانے ہیں۔ ان میں فولڈرز کے علاوہ ایک مشہور کتاب کنڑا اور تمل زبان میں رکھی گئی ہے: 'اسلام کے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ'۔ اس پراجیکٹ کا باضابطہ افتتاح کرتے ہوئے آٹو رکشا ڈرائیوروں کے ایک گروپ سے چیئرمین سلام سنٹر سید حامد محسن نے کہا کہ دعوتِ دین کا کام ایک عظیم سنتِ رسولؐ ہے۔ انبیاے کرامؑ خدا کے پیغام کو خدا کے بندوں تک پہنچایا کرتے تھے۔ اب دعوتِ دین کا کام اُمت مسلمہ کو کرنا ہے۔ اسکالر، علما، قائدین، بزنس مین اور طلبہ، یعنی اُمت کے ہر فرد پر غیر مسلموں تک دین کی دعوت پہنچانا فرض ہے۔ اس کے لیے خدا کا آخری پیغام قرآنِ مجید اور سیرتِ رسولؐ ان غیر مسلمین تک پہنچانے کی آج سخت ضرورت ہے۔ یہ وہ عظیم کام ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انجام دیا۔ اب وہی کام آپ لوگ کرنے جا رہے ہیں۔

اس تقریر کا پس منظر یہ تھا کہ بدلے ہوئے حالات میں دین کی دعوت لوگوں تک کیسے پہنچائی جائے؟ سلام سنٹر بنگلور نے اس سے قبل اخبارات میں اشتہار دے کر، ہورڈنگز لگا کر، قرآنِ مجید اور اسلام کے بارے میں جاننے کے لیے غیر مسلمین کے لیے راہ ہموار کی۔ جس سے کئی غیر مسلم قرآنِ مجید

پڑھنے لگے اور اسلام سے قریب ہوئے۔ دہلی اور بنگلور بک فیسٹیول میں حصّہ لے کر ہزاروں کی تعداد میں اللہ تعالیٰ کا آخری پیغام قرآنِ مجید بندگانِ خدا تک پہنچایا گیا۔ اس کے بعد ریاستی ہائی کورٹ اور دیگر علاقوں کے سول کورٹ کے وکیلوں اور ججوں کو ہزاروں کی تعداد میں قرآنِ مجید کے نسخے پہنچائے گئے۔ انڈین انسٹی ٹیوٹ آف مینجمنٹ بنگلور، میڈیکل اسٹوڈنٹس، طلبہ وطالبات اور مختلف کالجوں میں پہنچ کر قرآنِ مجید، دینی کتابیں اور ڈی وی ڈی دی گئیں۔ اسی طرح پولیس ڈیپارٹمنٹ تک بالخصوص افسرانِ بالا میں قرآنِ مجید پہنچانے کا عظیم کام انجام دیا گیا۔ اسی طرح برادرانِ وطن کی تقریبات میں کئی اہم دانش ور غیرمسلم افسران کو بھی قرآن مجید پہنچائے گئے، الحمدللہ!

ان تمام کوششوں کے بعد اب آٹو ڈرائیوروں کے ذریعے مسافروں تک دعوتِ دین پہنچانے کا نیا منصوبہ سلام سنٹر بنگلور نے شروع کیا ہے۔ اس کے لیے ۵۰ آٹو ڈرائیوروں کو منتخب کر کے انھیں اس بات کی تربیت دی گئی کہ سب سے پہلے نمازوں کی پابندی کریں، لوگوں سے بہترین اخلاق کا مظاہرہ کریں۔ عجز وانکسار کے ساتھ ساتھ صبر کا دامن کسی بھی حالت میں نہ چھوڑیں۔ چاہے کیسے بھی حالات درپیش آئیں، اللہ سے مدد مانگتے رہیں۔ سوشل سروس، یعنی مسافروں کا سامان خود اُٹھائیں وغیرہ۔ نیز انھیں غیرمسلموں کے تاثرات کی وڈیو دکھائی گئی جو قرآنِ مجید اور سیرتِ رسولؐ پر کتاب حاصل کرنے کے بعد لی گئی تھی۔

سلام سنٹر بنگلور نے ان ۵۰ آٹوز میں ڈرائیور کی نشست کے عقب میں جو اسٹینڈ بنایا ہے، انگریزی اور کنڑا زبان میں خوب صورت، رنگین اور دیدہ زیب فولڈر توحید، اسلام اور حضور اکرمؐ کا تعارف، خواتین کے حقوق، حجاب، شدت پسندی سے اسلام کا کوئی تعلق نہیں، جہاد، اسلام اور دہشت گردی اور آخرت جیسے عنوانوں پر رکھے گئے ہیں اور ان باکسوں پر لکھا گیا ہے کہ ''آپ اپنا تحفہ مفت حاصل کرسکتے ہیں''۔ ایک اور خوب صورت باکس میں یہ کتابچے غیرمسلم مسافر مفت حاصل کرسکتے ہیں، اور اگر کوئی مسافر ترجمۂ قرآن کا طلب گار ہے تو وہ ڈیٹا فارم پُر کر کے حاصل کرسکتا ہے۔ اس کے پتے پر آٹو رکشا ڈرائیور خود لے جا کر قرآن پہنچا دیتے ہیں۔ یہ عظیم سنتِ رسولؐ ادا کرتے ہوئے انھیں بہت ہی مسرت حاصل ہوتی ہے۔ الحمدللہ یہ طریقہ اختیار کرنے کے بعد اس کے بہتر نتائج ظاہر ہوئے ہیں۔ غیرمسلموں میں قرآن پڑھنے کی خواہش کا بڑے پیمانے پر

اظہار ہورہا ہے۔خود ان آٹو رکشا ڈرائیوروں کے پاس ایسی پچاسوں کہانیاں ہیں جن میں حق کے پیاسے لوگوں نے ان سے قرآن طلب کیا اور قرآن پڑھ کر اپنی روح کی پیاس بجھائی۔اس کام کو انجام دیتے ہوئے خود آٹو ڈرائیور بھی اپنی زندگی میں تبدیلی اور اپنی کمائی میں برکت اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔آٹو ڈرائیوروں کا یہ بھی کہنا ہے کہ غیر مسلم قرآنِ مجید کا حد درجہ احترام کرتے ہیں۔ ۱۵دن کے اندر اندر ۱۰۰غیر مسلموں تک قرآنِ مجید کے ۱۰۰ نسخے ان آٹو ڈرائیوروں نے پہنچائے ہیں۔ چند ایک مثالیں یہاں درج کی جارہی ہیں۔

سب سے پہلے ہم ڈی جے ہلی کے نثار احمد آٹو ڈرائیور کا ذکر کرنا پسند کریں گے، جس نے سب سے پہلے سلام سنٹر کے اس کام کو کرنے کا بیڑا اُٹھایا۔ پھر ان کے تمام دوستوں نے دعوتِ دین کے کام کو کرنے کی ٹھانی۔ نثار احمد کو ایک بہترین آٹو ڈرائیور کا ایوارڈ بنگلور سٹی پولیس کمشنر کے ہاتھوں اس سے قبل حاصل ہو چکا ہے۔ایک اور آٹو ڈرائیور قادر پاشا کہتے ہیں کہ اس کام سے میری روزمرہ کی زندگی میں کافی فرق واقع ہوا ہے۔ مسافروں سے زیادہ رقم لینا میرا معمول تھا لیکن اب غیر مسلموں تک قرآن پہنچانے کا کام کرتے ہوئے زیادہ رقم لینے میں عار محسوس کرتا ہوں۔ حافظ محمد صادق بھی آٹو رکشا ڈرائیور ہیں۔ایک دفعہ ایک ہندو پجاری نے ان کے آٹو میں سفر کیا۔ دورانِ سفر آٹو میں رکھے ہوئے پمفلٹ پڑھے اور ان سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے اور ڈرائیور سے کہا کہ آج اچانک میری کار خراب ہونے کے باعث میں آٹو میں سفر کر رہا تھا کہ اسلام کے پیغام کو پڑھنے کا موقع ملا جس کا میں بہت ہی متلاشی تھا۔ پھر اس نے کنڑا ترجمۂ قرآن کا نسخہ حاصل کرلیا۔ قادر پاشا کے ساتھ بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔ مسافر نے قرآن طلب کیا تو دوسرے دن انھوں نے خوشی خوشی اس شخص کے گھر جا کر قرآن کا نسخہ پہنچایا۔ اس نے ایک ہزار روپے بخوشی دینا چاہے، اس پر پاشا نے کہا: جناب! میں اپنے خدا سے اپنے اس کام کا اجر طلب کرلوں گا۔ میری تو آپ سے بس یہ مؤدبانہ گزارش ہے کہ آپ اس قرآن کو پڑھیں، سمجھیں اور اس کے پیغام کو اپنی فیملی اور اپنے دوستوں تک پہنچائیں۔

ایک اور آٹو ڈرائیور نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ پہلے جب میں سنا کرتا تھا کہ سلام سنٹر قرآن غیر مسلموں کو پہنچا رہا ہے تو میں یہ سمجھتا تھا کہ یہ غیر مسلم قرآنِ مجید کا احترام

نہیں کریں گے اوراس کی بے حُرمتی کریں گے۔لیکن جب سے میں خود قرآنِ مجید کو غیر مسلموں تک پہنچانے لگا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ غیر مسلم ہم سے زیادہ قرآنِ مجید کا ادب واحترام کرتے ہیں۔قرآنِ مجید کو حاصل کرتے وقت ان کی حالت یہ رہتی ہے کہ سر جھکائے ہوئے قرآنِ مجید کو پلکوں سے لگا لیتے ہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ قرآنِ مجید کو فوراً پڑھنا شروع کر دیتے ہیں اور ساتھ ہی ہماری بڑی تکریم کرتے ہیں (واضح رہے کہ سلام سنٹر قرآن عربی متن کے بغیر صرف ترجمۂ قرآن سات مختلف زبانوں میں غیر مسلموں تک تحفتاً پہنچا رہا ہے)۔

ایک اور آٹو ڈرائیور عبدالسبحان کہتے ہیں کہ اکثر آٹو رکشا میں بیک سیٹ پر یا تو فلمی ہیرو اور ہیروئین کی تصاویر ہوتی ہیں یا پھر ٹیپ ریکارڈر ہوتے ہیں جن میں فلمی گانے بجتے ہیں۔لیکن اب سلام سنٹر کے طفیل ہم ان کے بجاے قرآن اور دینی لٹریچر رکھتے ہیں۔

ایک دفعہ سرکل انسپکٹر کی کار نے نثار احمد ڈرائیور کے آٹو کا پیچھا کیا اور ان کا آٹو رُکوا دیا۔ ڈرائیور نثار احمد کئی خدشات میں گھرا ہوا تھا۔اس نے پولیس انسپکٹر کو دیکھتے ہی اپنے بے قصور ہونے کی دہائی دی تو پولیس انسپکٹر نے کہا کہ تمھارے آٹو رکشا میں 'تپو کلپنے گڑ' نامی کتاب دیکھ کر میں نے اس کو حاصل کرنے کے لیے تمھارے آٹو کو رُکوایا ہے۔اس کے علاوہ میرا کوئی مقصد نہیں تھا۔پھر اس پولیس انسپکٹر نے اس سے کتاب حاصل کرتے ہوئے اس کا شکریہ ادا کیا اور اس اچھے کام کو کرنے پر مبارک باد بھی پیش کی۔یہ منظر دیکھ کر نثار احمد کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے اور دلی مسرت ہوئی۔

یہ اور اس طرح کے بیسیوں واقعات ہیں جن کو بیان کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ غیر مسلم آج پوری دل چسپی اور دل جمعی کے ساتھ خدا کے آخری پیغام قرآنِ مجید کو پڑھنا اور اس کو سمجھنا چاہتے ہیں۔شرط یہ ہے کہ اُمت مسلمہ ان تک اپنے رب کا پیغام پہنچائے۔واضح رہے کہ سلام سنٹر بنگلور کا یہ کام وقتی طور پر نہیں ہو رہا ہے بلکہ اس کو مستقل بنیادوں پر کام کرنے کا عزم اور منصوبہ ہے۔یہ رنگین فولڈرز ہر مہینے تبدیل کر دیے جاتے ہیں تاکہ مسافروں کی دل چسپی برقرار رہے۔

# اخبارِ اُمت

## ترکی اور مصر: نئی سازشوں کا سامنا

عبدالغفار عزیز

۱۵ جون کو انقرہ میں اور ۱۶ جون کو استنبول میں بلا مبالغہ لاکھوں افراد جمع تھے۔ وزیراعظم رجب طیب اردوگان ان سے مخاطب ہوکر کہہ رہے تھے: ''آپ کو معلوم ہے کہ انھوں نے یکم جون سے یہ ہنگامہ آرائی کیوں شروع کی...؟ اس لیے کہ ہم نے مئی میں کئی اہم کامیابیاں حاصل کی تھیں.... ترکی اور ترک عوام کے دشمنوں کو یہ کامیابیاں ہضم نہیں ہورہیں اور انھوں نے ایک بڑی سازش کے حصّے کے طور پر میدان تقسیم سے شوروشغب کا آغاز کردیا۔ ہم نے مئی کے مہینے میں....، اور پھر وزیراعظم اردوگان نے اپنی تازہ کامیابیوں کی طویل فہرست بیان کرنا شروع کردی۔ لیکن اس فہرست کا جائزہ لینے سے پہلے ذرا غور کیجیے کہ کیا یہ عجیب بات نہیں کہ ترکی میں لاکھوں افراد کے عظیم الشان پروگرام ہوئے اور پاکستانی ذرائع ابلاغ سمیت دنیا میں ان کی کوئی خبر نمایاں نہیں کی گئی۔ کیا یہ امر بلا سبب ہے کہ استنبول کے میدان تقسیم میں چندسو افراد کی ہنگامہ آرائی اور پھر خیمے لگاکر بیٹھ جانے کی لمحہ بہ لمحہ خبریں اور تصویریں تو الیکٹرانک میڈیا بھی دے اور پرنٹ میڈیا بھی، لیکن لاکھوں افراد نے اپنی منتخب قیادت کے ساتھ اظہار یک جہتی کیا اور اس کی کوئی تصویر، کوئی خبر دکھائی، سنائی نہ دے۔ عین اسی روز کہ جب دارالحکومت انقرہ میں لاکھوں افراد طیب اردوگان کا خطاب سن رہے تھے، ایک پاکستانی ٹی وی چینل استنبول کے میدان تقسیم سے مظاہرین کو ہٹانے کے لیے پولیس کی طرف سے واٹر گن استعمال کیے جانے کے مناظر دکھا رہا تھا، انقرہ مظاہرے کا نہ کوئی ذکر ہوا اور نہ کوئی جھلک دکھائی دی۔ ذرائع ابلاغ کا یہ بھینگا پن اتفاقیہ یا عارضی نہیں، قصداً اور مستقل ہے۔

آیئے اس کے اسباب کا ذکر کرنے سے پہلے طیب اردوگان کی بات مکمل کرتے ہیں۔

وہ کہہ رہے تھے: انھوں نے یکم جون سے اس لیے ہنگامہ آرائی شروع کی کیوں کہ ہم نے مئی میں آئی ایم ایف کے قرضوں کی آخری قسط (۴۱۲ ملین ڈالر) بھی ادا کردی۔ ہم جب برسراقتدار آئے تھے تو ترکی پر آئی ایم ایف کا ساڑھے ۲۳؍ارب ڈالر (تقریباً ساڑھے ۲۳ کھرب روپے) کا قرض تھا۔ ہم نے نہ صرف وہ تمام قرض چکا دیا، بلکہ اب آئی ایم ایف ہم سے قرضہ مانگ رہا ہے۔ ہم جب برسراقتدار آئے تو سود کی شرح ۶۳ فی صد ہوچکی تھی۔ اب یہ شرح ۴ء۶ فی صد پر آگئی ہے۔ یہ تمام سود عوام کی جیب سے ادا ہوتا اور مخصوص سودی لابی کی جیبوں میں جاتا تھا۔ ہم نے آہستہ آہستہ ان کے یہ ذرائع آمدن مسدود کردیے ہیں، تو ان سب کو تشویش اور تکلیف ہورہی ہے کہ ترکی ان کی گرفت سے آزاد ہوگیا ہے۔ ہم نے استنبول میں ۴۶ ارب ڈالر کی مالیت سے ایک تیسرے اور عظیم الشان ایئرپورٹ کی تعمیر کا آغاز کردیا ہے۔ ہم نے گذشتہ ماہ انقرہ میں جاپانی وزیراعظم کے ساتھ ایک اہم معاہدہ کیا ہے جس کے مطابق ترکی میں ۲۲ ارب ڈالر کی مالیت سے ایک ایٹمی بجلی گھر تعمیر کیا جائے گا۔ ہم نے براعظم ایشیا اور یورپ کو ملانے کے لیے آبنائے باسفورس کے اوپر ایک تیسرے پل کی تعمیر کا کام شروع کردیا ہے جس پر اڑھائی ارب ڈالر لاگت آئے گی، لیکن اس سے استنبول میں ٹریفک کا نظام مزید بہتر ہوجائے گا۔ اس پر پر سڑک کے علاوہ ریلوے لائن بھی بچھائی جائے گی۔ ترکی میں اقتصادی ترقی کا جو سفر شروع ہوا ہے اس کی وجہ سے گذشتہ ماہ استنبول اسٹاک ایکسچینج نے تجارت کے نئے ریکارڈ قائم کیے ہیں۔ یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ ہم جب برسراقتدار آئے تھے تو ملک تیزی سے دیوالیہ ہونے کی طرف لڑھک رہا تھا۔ تب ملکی خزانے میں صرف ۲۷ ارب ڈالر باقی رہ گئے تھے۔ ملک بھاری قرضوں تلے سسک رہا تھا۔ ساڑھے ۲۳؍ارب ڈالر تو صرف آئی ایم ایف ہی کے ادا کرنا تھے۔ اب ہم نے نہ صرف قرضوں سے نجات پالی ہے بلکہ گذشتہ ماہ ملکی خزانہ ۱۳۵؍ارب ڈالر سے بھی تجاوز کرگیا ہے۔ ہماری درآمدات کے ساتھ ساتھ برآمدات میں بھی کئی گنا اضافہ ہوا ہے۔ ہم نے ملک میں قومی یک جہتی پیدا کرنے کے لیے ملک کے جنوب مشرقی حصّے میں موجود اپنے بھائیوں کے ساتھ بھی نئے اور حقیقی معاہدے کیے ہیں.... ’’۔

اردوگان اپنے تازہ کارناموں اور کارکردگی کی تفصیل سنا رہے تھے، لیکن باقی فہرست کو چھوڑ کر ذرا اسی آخری نکتے کا جائزہ لیجیے۔ ۸۰ ملین افراد پر مشتمل ترک آبادی میں سے کرد نسل سے

تعلّق رکھنے والے ۲۰فی صد بتائے جاتے ہیں۔ پوری ترک تاریخ میں کردی النسل اور ترکی النسل کا اختلاف شدت سے اٹھایا گیا ہے۔ ایک ہی ملک کے شہری اور مکمل دینی و تاریخی وحدت کے باوجود اقلیت کو ہمیشہ اکثریت سے شاکی رکھا گیا۔ مسائل تو ہر جگہ ہوتے ہیں اور ہوسکتے ہیں لیکن مسلم ممالک میں نسلی بنیادوں پر علیحدگی کی تحریکیں اٹھانا اور انھیں ہوا دینا استعمار کا قدیم ہتھیار ہے۔ 'کرد' کا ایک لفظ دماغوں میں بٹھا دینے سے صرف ترکی ہی میں نہیں، چار اہم مسلم ممالک میں فتنے کی آبیاری ہوتی ہے۔ ترکی کے علاوہ شام، عراق اور ایران کے سرحدی علاقوں میں بھی کرد آبادی پائی جاتی ہے۔ کسی ایک ملک میں علیحدہ کرد ریاست کا وجود ان سب ممالک میں فتنہ جوئی کا ذریعہ اور سبب بنایا جاسکتا ہے۔ ان تمام پڑوسی ممالک میں کرد تحریک نے مسلح جدوجہد کا راستہ اختیار کیا۔

ترکی میں پی کے کے (PKK) کے نام سے برسہا برس سے مسلح تحریک فعال تھی۔ اغوا، قتل، دھماکے اور مار دھاڑ ان کا اہم ہتھیار تھی۔ انھوں نے کم و بیش ہر حکومت کا ناک میں دم کیے رکھا۔ طیب اردوگان نے اس چیلنج کو ہمہ پہلو انداز سے حل کرنے کا سفر شروع کیا۔ ۱۹۹۹ء میں پی کے کے، کے سربراہ عبداللہ اوجلان کو کینیا سے گرفتار کرلیا گیا۔ وہ اس وقت جیل میں ہے اور اس پر مقدمات چل رہے ہیں۔ ہر دور میں نظر انداز کیے جانے والے کرد علاقوں میں تعمیر و ترقی کا سفر شروع کردیا گیا۔ حال ہی میں ترکی، چین اور عراق کے مابین معاہدہ ہوا کہ عراق سے ایک تیل پائپ لائن بچھائی جائے گی۔ اگلے ماہ سے اس منصوبے پر عمل درآمد شروع ہونا ہے، جس کے نتیجے میں روزانہ ۲۰ لاکھ بیرل تیل عراق سے کرد اکثریتی آبادی کے شہر دِیار بکر پہنچا کرے گا۔ خود اوجلان نے تین ماہ قبل ترکی کے خلاف تمام تر مسلح کارروائیاں ختم کرنے کا اعلان کیا ہے۔ ترک حکومت نے ہتھیار رکھ دینے والے تمام افراد کے لیے نہ صرف عام معافی کا اعلان کیا، بلکہ یہ بھی کہا کہ جو ہتھیار ڈالنے کے بجائے ملک سے نکل جانا چاہے، اسے نکل جانے کی بھی اجازت ہے۔ اس ساری پالیسی کے نتیجے میں صرف ترکی ہی میں نہیں ان چاروں ممالک میں کرد مسئلے کے حل کی اُمید پیدا ہوئی ہے۔ گویا کہنے کو تو یہ طیب اردوگان کی تقریر کا ایک جملہ ہے کہ ''ہم نے وحدت اور قومی یک جہتی کی خاطر جنوب مشرقی علاقے میں اپنے بھائیوں کے ساتھ دوررس معاہدے کیے''، لیکن حقیقت میں دیکھیں تو یہ ترکی ہی نہیں پورے خطے سے اس نسلی اختلاف کا ناسور ختم کرنے کا آغاز ہے۔

یکم جون سے شروع ہونے والے مظاہروں کی بظاہر وجہ تو یہ بتائی جارہی ہے کہ حکومت استنبول کے قلب میں واقع معروف چوک 'تقسیم' کا نقشہ تبدیل کر کے وہاں واقع تاریخی غازی (یا جیزی Gezy) پارک ختم کررہی ہے اوراس کے پودے اُکھاڑ رہی ہے۔ پورے چوک کو صرف پیدل چلنے والوں کے لیے مخصوص کر کے وہاں ایک تجارتی مرکز تعمیر کیا جارہا ہے۔ لیکن ان تمام ہنگاموں کی اصل وجہ حکومت کی یہی سابق الذکر دُوررس اور بتدریج اصلاحات ہیں۔ تقسیم چوک کے نئے منصوبے میں وہاں موجود اتاترک کلچرل سنٹر کے قریب ایک شان دار جامع مسجد کی تعمیر بھی شامل ہے۔ اس پر اعتراض کیا جارہا ہے کہ اتاترک سنٹر کے ساتھ مسجد کی تعمیر کمال اتاترک کی روح کو تازیانے لگانے کے مترادف ہے۔

طیب اردوگان پر ایک الزام یہ لگایا جارہا ہے، خود کئی پاکستانی 'شہ دماغ' بھی اسے دہرا رہے ہیں کہ وہ ترک قوم کو تقسیم کررہا ہے۔ یہ طعنہ بھی دیا جارہا ہے کہ وہ ملک کو سیکولر اور بنیاد پرستوں میں تقسیم کررہا ہے۔ اب ذرا ایک نظر دوبارہ انقرہ و استنبول کے مظاہروں کو دیکھیے جن میں لاکھوں افراد نے اپنی منتخب قیادت کے ساتھ اظہار یک جہتی کیا ہے۔ ان مظاہروں میں ہر طبقے اور ہر طرح کے لوگ شامل تھے۔ اردوگان اس کا ذکر کرتے ہوئے کہہ رہے تھے: ''آج اس مظاہرے میں پورے ترک معاشرے کی نمایندگی ہے۔ صرف مرد ہی نہیں بڑی تعداد میں خواتین بھی ہیں۔ صرف باحجاب ہی نہیں حجاب کے بغیر بھی ہیں اور سب شانہ بشانہ کھڑی ہیں''۔ جسٹس پارٹی کو جن ۵۱ فی صد عوام نے ووٹ دیے ہیں وہ سب بھی اسلام پسند نہیں۔ ان میں معاشرے کے ہر طرح کے لوگ شامل ہیں لیکن کچھ لوگ آفتاب روشن کو انگلیوں سے چھپانا چاہتے ہیں۔

بے انصاف ناقدین کا ایک اعتراض یہ ہے کہ اردوگان ڈکٹیٹر ہے، کسی کی نہیں سنتا، جو جی میں آئے کر گزرتا ہے۔ طیب اردوگان کی پالیسیوں کا جائزہ لیا جائے تو معاملہ برعکس ہے۔ اس کے کئی معاندین ہی نہیں بہت سارے دوستوں کا شکوہ بھی یہ ہے کہ وہ ضرورت سے زیادہ محتاط ہے۔ سیکولر دستور ختم کرنے اور ملک سے فحاشی ختم کرنے کے لیے جو کام دوٹوک انداز سے پہلے ہی روز کر گزرنا چاہییں تھے وہ آج تک نہیں کیے۔ اردوگان ڈکٹیٹر ہوتا تو جس طرح اتاترک نے بیک جنبش قلم پردے، مسنون داڑھی، اذان اور قرآن کریم کا اصل متن تلاوت کرنے پر پابندی لگادی تھی،

وہ بھی سیکولر دستور ختم کردیتا۔ شراب پر مکمل پابندی لگا دیتا، پہلے ہی دن سکارف پر پابندی ختم کردیتا۔ لیکن وہ ملک میں یک جہتی کی فضا پیدا کرتے ہوئے عوام کو ذہناً آمادہ کرتے ہوئے، انتہائی حکمت و احتیاط سے آگے بڑھ رہا ہے۔ ۱۰ سال کے اقتدار کے بعد انھوں نے گذشتہ مئی ہی میں شراب پر چند پابندیاں لگائی ہیں۔ ان پابندیوں کے تحت اب مساجد، تعلیمی اداروں، یوتھ ہاسٹلز کے قریب شراب فروشی اور علانیہ شراب نوشی پر پابندی ہوگی۔ رات ۱۰ بجے کے بعد اور شاہراہِ عام پر شراب نوشی ممنوع ہوگی۔ نوعمر بچوں کو شراب فروشی منع ہوگی۔

اردوگان لاکھوں افراد کے حالیہ مظاہروں سے خطاب میں کہہ رہے تھے: ''ہم نے مسلسل صبر کیا۔ تم نے ہماری بچیوں کو تعلیم سے محروم رکھا... ہم نے صبر کیا، تم نے ہمیں گالیاں دیں .... ہم نے صبر کیا۔ تم نے مساجد کی بے حرمتی کی .... ان کے اندر غلاظت پھینک دی.... مسجدوں میں داخل ہوکر شراب نوشی کی، ہم نے صبر کیا... لیکن صبر کی بھی ایک حد ہوتی ہے .... اب ہم عدالت و قانون کے ذریعے ان زیادتیوں کا جواب دیں گے۔ ان کے ناقدین کی نگاہ میں شاید یہی بات ڈکٹیٹرشپ ہے۔ اپنے اللہ کو منانے اور انسانیت کو بچانے کے لیے ۱۰ سال کے صبر و تدریج کے بعد اُٹھائے جانے والے یہ معمولی اقدامات بھی سیکولر لابی کو ہضم نہیں ہورہے۔

طیب اردوگان، جسے بعض پاکستانی اخبارات میں بھی ڈکٹیٹر اور آمر کہا جارہا ہے، کی ڈکٹیٹرشپ کا عالم یہ ہے کہ انھوں نے پُرتشدد مظاہرہ کرنے والوں کو بھی وزیراعظم ہاؤس بلاکر ان کے ساتھ باقاعدہ مذاکرات کیے۔ انھوں نے اعلان کیا کہ اگر واقعی آپ لوگوں کے مطالبات مبنی برحقائق ہوئے تو وہ انھیں فوراً قبول کرلیں گے۔ ڈکٹیٹر اردوگان نے یہ پیش کش بھی کی کہ اگر تمھیں اپنے مطالبے پر اصرار ہے تو آؤ ہم استنبول کے شہریوں میں اس پر ریفرنڈم کروالیتے ہیں۔ لیکن ان کی یہ تجویز بھی قبول نہیں کی گئی۔

تقریباً آٹھ ماہ بعد فروری ۲۰۱۴ء میں ترکی میں بلدیاتی انتخابات ہونے والے ہیں۔ اردوگان نے اس کی مہم انتخابات سے چند ہفتے پہلے چلانا تھی لیکن ہنگاموں کی حالیہ لہر کے بعد انھوں نے ابھی سے بڑے پیمانے پر رابطہ عوام مہم شروع کردی ہے۔ انقرہ و استنبول کے بعد انھوں نے جمعہ ۲۱ جون سے ملک کے دوسرے بڑے شہروں میں بڑے بڑے پروگرامات کا سلسلہ شروع کردیا

ہے۔ قرآن کریم کی حقانیت قدم قدم پر اپنی سچائی منواتی ہے: عَسٰٓی اَنْ تَکْرَھُوْا شَیْئًا وَّھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ، ''ہوسکتا ہے کہ کوئی بات تمھیں بری لگ رہی ہو اور اسی میں تمھارے لیے بہتری ہو''۔

● مصر: ترکی ہی نہیں، مصر میں بھی اخوان مخالف اپوزیشن ہنگامہ آرائی کی نئی لہر منظّم کر رہی ہے۔ صدر محمد مرسی نے ۳۰ جون ۲۰۱۲ء کو صدارت کا حلف اٹھایا تھا۔ اپنے ایک سالہ عہد صدارت میں انھوں نے ملک کو پہلا حقیقی جمہوری دستور دیا۔ مصر کو دنیا میں ایک آزاد و خودمختار ملک کی حیثیت سے منوایا۔ بڑی حد تک حکومتی اداروں سے کرپشن اور لُوٹ مار کا خاتمہ کیا، تنخواہوں میں نمایاں اضافہ کیا۔ توانائی، زراعت اور تعمیرنو کے کئی منصوبوں کے لیے ترکی، قطر، چین اور سعودی عرب جیسے دوست ممالک سے اربوں ڈالر کی سرمایہ کاری کروائی۔ مصر جو گذشتہ تقریباً ۸۰ برس سے بدترین ڈکٹیٹرشپ کے چنگل میں پھنسا ہوا تھا، وہاں کے تمام شہریوں کو مکمل آزادی اور احترام عطا کیا۔ غزہ جو گذشتہ پانچ برس سے مکمل صہیونی حصار میں تھا، اور وہاں پہنچنے کے لیے فریڈم فلوٹیلا جیسے عالمی قافلے جانیں قربان کر رہے تھے۔ ۹ کی تعداد میں تو صرف ترک باشندے شہید ہوئے تھے۔ صدر مرسی نے غزہ جانے کا راستہ کھول کر ۱۶ لاکھ فلسطینی شہریوں کی جان بچائی۔ لیکن ان کی یہی کوششیں اور کارنامے ان کا جرم بنائے جارہے ہیں۔

حسنی مبارک کی باقیات اور ان کے عالمی سرپرستوں نے پورا سال مصر میں اُودھم مچائے رکھا۔ 'مرسی کا پہلا سال' کے عنوان سے قائم ویب سائٹ میں بتایا گیا ہے کہ اس ایک سال میں اپوزیشن نے ۲۴ ملین مارچ کیے، یعنی اوسطاً ہر ماہ دو۔ ۵ ہزار سے زائد مظاہرے اور پُرتشدد ہنگامے کیے۔ ۵۰ پروپیگنڈا مہمات چلائی گئیں اور ۷ ہزار سے زائد احتجاجی دھرنے ہوئے۔ اور اب ۳۰ جون کو کھلم کھلا بغاوت کا اعلان کیا جارہا ہے: تَمَرُّد (بغاوت) کے نام سے مظاہروں اور ہنگاموں کی تیاری ہو رہی ہے۔ تمام ذرائع ابلاغ نے مل کر ایسی فضا بنادی ہے کہ گویا کوئی خطرناک آتش فشاں پھٹنے والا ہے۔ اپوزیشن پُرامن مظاہرے کرنا چاہے تو خواہ روزانہ کرے لیکن اس کا اصل ہتھیار خوں ریزی اور جلاؤ گھیراؤ ہے۔ ریہرسل کے طور پر ۱۹ جون کو بھی اخوان کے مختلف دفاتر پر حملے کرتے ہوئے ۳۰۰ کارکنان لہولہان کردیے گئے۔ اسی طوفان میں فوج کو دعوت دی جارہی ہے کہ

وہ منتخب حکومت کا تختہ اُلٹ دے۔ فوج کے سربراہ اور وزیر دفاع عبدالفتاح سیسی نے ۲۳ جون کو صدر مرسی سے ملاقات و مشورے کے بعد بیان کردیا کہ ''فوج خاموش تماشائی نہیں رہے گی''۔ انھوں نے اپوزیشن جماعتوں کو دعوت دی کہ وہ ''ہنگامہ آرائی کے بجاے گفت و شنید اور مذاکرات کا راستہ اپنائے'' لیکن پاکستانی اخبارات سمیت پورے عرب اور عالمی میڈیا نے ان کا یہ بیان اس انداز سے نمایاں کیا کہ ''فوج نے اخوان کو تنبیہ کردی''۔ دوسری طرف حسنی مبارک کے تعیّن کردہ جج ایک کے بعد دوسرا متنازعہ فیصلہ صادر کیے جارہے ہیں۔ تازہ ترین فیصلے میں دستور ساز اسمبلی کو غیر قانونی قرار دے دیا گیا ہے۔ قومی اسمبلی کے بعد سینیٹ کا الیکشن بھی مشکوک قرار دے دیا گیا ہے اور صدر مرسی پر حسنی مبارک کے خلاف تحریک کے دوران جیل سے فرار ہونے کا الزام لگا کر تحقیقات کا حکم دے دیا گیا ہے۔ ترکی اور مصر میں یہ سب اتفاقیہ یا اچانک نہیں ہورہا۔ بیرونی آقا، فرعونی دور کی باقیات بعض مسلمان ممالک اور عالمی سرمایہ سب اس الاؤ پر تیل چھڑک رہے ہیں۔

دوسری جانب اردوگان کی طرح اخوان اور اس کی حلیف جماعتوں نے بھی رابطہ عوام مہم شروع کردی ہے۔ ۲۱ جون کو قاہرہ میں لاکھوں افراد نے 'تشدد نامنظور' کے عنوان سے مظاہرہ کیا ہے۔ قاہرہ کے اس عظیم الشان مظاہرے کی کوئی تصویر، کوئی خبر بھی دنیا کو دکھائی نہیں دی لیکن اخوان پُرعزم ہیں کہ عالمی ذرائع ابلاغ دکھائیں یا نہ دکھائیں، اگر اللہ کی رضا اور عوام کی تائید اسی طرح شاملِ حال رہی تو 'آواز سگاں کم نہ کند رزق گدارا'۔

---

# رسائل و مسائل

## نیکی کے عمل کے دوران ریا کاری

سوال: کیا انسان کو ایسے عمل پر اجروثواب ملتا ہے جو ریا کاری اور دکھاوے کی نیت سے شروع کیا گیا مگر دورانِ عمل نیت تبدیل ہو کر خالص اللہ کے لیے ہوگئی؟ مثال کے طور پر میں نے تلاوتِ قرآن ختم کی اور میرے اندر ریا کاری کا جذبہ پیدا ہوگیا۔ اگر میں اس سوچ کو دُور کرنے کی کوشش کروں اور اللہ کی عظمت کا خیال اپنے دل میں پیدا کروں، تو کیا مجھے اس تلاوت کا اجر ملے گا یا ریا کاری کی وجہ سے وہ ضائع ہو جائے گا، اگرچہ ریا کاری کا یہ جذبہ عمل کرنے کے بعد ہی پیدا ہوا؟

جواب: عبادت میں ریا کاری اور دکھلاوے کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں۔ ایک یہ کہ عبادت یا نیکی کا کوئی کام کرنے کے پیچھے بنیادی طور پر لوگوں کو دکھلاوے کا جذبہ ہی ہو، جیسے کوئی نمود و نمایش کے لیے نماز پڑھتا ہو تاکہ لوگ اس کی تعریف کریں۔ اس سے وہ نیکی اور عبادت رائیگاں چلی جاتی ہے۔

دوسرے یہ کہ پہلے خالص اللہ کے لیے عبادت شروع کی ہو مگر بعد میں عبادت کرنے کے دوران میں دکھلاوے کا جذبہ شامل ہو جائے، تو اس کی دو شکلیں ہوسکتی ہیں۔ پہلی شکل یہ کہ اس نیکی اور عبادت کے دو الگ الگ حصے ہوں۔ اس صورت میں یہ پہلا حصہ درست ہوگا اور دوسرا باطل۔ جیسے ایک شخص کچھ رقم صدقہ و خیرات کرنا چاہتا تھا۔ کچھ رقم اس نے خالص جذبے سے صدقہ کی۔ پھر باقی رقم میں اس کے اندر ریا کاری کا خیال پیدا ہوا تو پہلی رقم کا صدقہ درست اور ان شاء اللہ مقبول ہوگا، جب کہ دوسری کا باطل۔ اس لیے کہ اخلاص میں ریا کی آمیزش ہوگئی۔

دوسری شکل یہ کہ عبادت کے دونوں حصے ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح جڑے ہوئے ہوں کہ ان کو الگ نہ کیا جا سکتا ہو۔ اس صورت میں بھی دو صورتیں ہوسکتی ہیں۔ ایک یہ کہ انسان

ریا کاری کے جذبے کا مقابلہ کرنے کی کوشش کرے اور اسے ٹکنے نہ دے، اسے ناپسند کرے، تو ایسی صورت میں اس کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اللہ تعالیٰ نے میری اُمت سے نفسانی وسوسوں اور خیالات کو معاف کر دیا ہے جب تک وہ ان پر عمل نہ کرنے لگیں یا اُنھیں اپنانے نہ لگیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اس دکھلاوے کے جذبے کو قبول کرلے اور اس کا مقابلہ نہ کرے تو اس صورت میں وہ پوری عبادت باطل اور رائیگاں ہوکر رہ جائے گی۔ جیسے ایک آدمی نے نماز کا آغاز اللہ کے لیے سچّی نیت سے کیا مگر دوسری رکعت میں اس کے دل میں ریا کاری کا جذبہ پیدا ہوگیا، اس سے اس کی وہ پوری نماز ضائع ہوجائے گی۔

ریا کاری اور دکھلاوے کی تیسری صورت یہ ہے کہ وہ عبادت ختم کرنے کے بعد پیدا ہو۔ اس کا عبادت پر کوئی اثر نہیں ہوتا، عبادت درست رہتی ہے۔ یہ بات بھی ریا کاری اور دکھلاوے میں نہیں آتی کہ کسی کی عبادت کا لوگوں کو علم ہو تو اسے خوشی محسوس ہو، اس لیے کہ یہ چیز عبادت ادا کرنے کے بعد پیدا ہوگی۔ اس طرح یہ بات بھی ریا کاری کے زمرے میں نہیں آتی کہ آدمی کو نیکی اور عبادت کا کوئی کام کرنے سے خوشی ہو، اس لیے کہ یہ بات تو اس کے ایمان کی نشانی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جس کو نیکی کرکے خوشی ہو اور گناہ کرکے رنج ہو، تو ایسا شخص مومن ہے۔ اس بارے میں آپؐ سے پوچھا گیا: اگر کسی کی عبادت اور نیکی کے بارے میں لوگوں کو علم ہوجائے تو اسے خوشی ہو، اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا: یہ مومن کو ملنے والی نقد بشارت ہے۔ (ڈاکٹر عبدالحی ابڑو)

## روحانی امراض کا علاج

س: دل کو روحانی امراض، جیسے حسد، بُغض و کینہ، تکبر، ریا کاری وغیرہ سے پاک کرنے کے لیے مجاہدہ کرنا زیادہ بہتر ہے یا نماز، روزے اور اس طرح کی دیگر نیکیوں والے ظاہری نفلی اعمال ادا کرنے میں لگ جانا، جب کہ دل کے روحانی امراض اسی طرح دل کو گھیرے رہیں؟

ج: امام ابن تیمیہ کہتے ہیں: ظاہری اعمال اس وقت تک درست اور قابلِ قبول نہ ہوں گے

جب تک دل کا عمل درمیان میں نہ آئے، اس لیے کہ دل بادشاہ ہے اور اعضا اس کے سپاہ اور لشکر۔ اگر بادشاہ بگڑا ہوا ہو تو سپاہ بھی بگڑے ہوں گے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''آگاہ رہو، جسم میں ایک ٹکڑا ہے۔ اگر یہ تندرست ہو تو پورا بدن تندرست ہوگا اور اگر یہ بگڑا ہوا ہو تو پورا بدن بگڑا ہوگا، اور یہ ٹکڑا دل ہے''۔ دل کے اعمال بدن اور اس کے اعضا کے اعمال پر اثرانداز ہوکر رہتے ہیں، جس کو باطن کا عمل کہا جاتا ہے، بعض اوقات وہ زیادہ ضروری ہوتا ہے جیسے حسد اور تکبر کا ترک کرنا۔ یہ باطن کا عمل نفل روزوں وغیرہ سے زیادہ ضروری ہے۔ بعض اوقات ظاہری عمل زیادہ مؤثر ہوتا ہے، جیسے قیام اللیل اور تہجد نماز کے لیے اُٹھنا۔ گویا باطن اور ظاہر کے اعمال ایک دوسرے کے لیے مددگار ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر نماز بے حیائی اور بُرے کاموں سے روکتی ہے اور خشوع و خضوع اور انکساری پیدا کرتی ہے۔

امام ابن تیمیہ کی بات سے یہ چیز واضح ہوتی ہے کہ باطن کی اصلاح اور ظاہر کی اصلاح کے درمیان کوئی تفریق نہیں کی جاسکتی ہے۔ چنانچہ انسان اگر ظاہر کی عبادات ادا کرتا ہے، اور ان سے اس کا مقصد اللہ کی رضا کا حصول ہے، تو یقیناً یہ اس کے باطن پر اثرانداز ہوکر رہتی ہیں۔ اس کی ایک مثال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں ملاحظہ ہو، فرمایا: کیا میں تمھیں وہ بات نہ بتاؤں جس سے دل کا کینہ اور حسد جاتا رہے اور وہ ہے ہر ماہ تین دن کے روزے۔ (نسائی)

دل کے امراض کا ایک اچھا علاج یہ بھی ہے کہ بندہ ان آیات و احادیث پر غور وفکر کرتا رہے جن میں یہ امراض رکھنے والے شخص کے لیے وعیدیں آئی ہیں۔ جیسے ارشاد نبویؐ ہے: ''جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا'' (مسلم)۔ حدیث میں جہنّم کی زبانی کہا گیا ہے کہ ''متکبر لوگ میرا ایندھن بنیں گے''۔ نیز ارشاد نبویؐ ہے: ''قیامت کے دن دنیا میں تکبر کرنے والے لوگ انسانوں کی شکل میں چیونٹیاں بنا کر اُٹھائے جائیں گے''۔ نیز فرمایا: ''حسد اور بُغض و کینہ انسان کی دین داری کو مونڈ دیتا ہے''۔

دل کے امراض کے بارے میں یہ اور اس طرح کی جو دیگر وعیدیں آئی ہیں، ان پر اگر کوئی غور وفکر کرے گا تو وہ لازماً اپنے دل کو ان سے پاک کرنے کی کوشش کرے گا، مجاہدہ کرے گا اور اس سلسلے میں ظاہری عبادات سے بھی مدد لے گا اور اللہ سے دُعا کرتا رہے گا کہ وہ اس کے دل کو حسد

اور بُغض سے پاک کردے(ولا تجعل فی قلوبنا غلًّا للذین آمنوا) تو وہ روحانی و باطنی امراض پر بالآخر قابو پالے گا۔(ڈاکٹر عبدالحی ابڑو)

## قضا روزوں کی ادایگی: چند فقہی پہلو

س: ۱-رمضان کے کچھ روزے کسی شرعی عذر کی بنا پر قضا ہوگئے۔ کیا شوال کے چھے مسنون روزے رکھنے سے پہلے رمضان کے قضا روزوں کی ادایگی کی جائے یا قضا روزوں کو مؤخر کر کے پہلے شوال کے روزے رکھ لیے جائیں؟

اگر کوئی شخص یہ نیت کرے کہ شوال میں قضا روزے ادا کر رہا ہوں اور ماہِ شوال کے مسنون روزوں کا ثواب بھی مل جائے گا۔ کیا ایسا کرنا درست ہے؟ کچھ علما کا یہ خیال ہے کہ چونکہ عبادات میں نیت بہت ضروری ہے، اس لیے فرض عبادت کو نفل عبادت سے ملایا نہیں جاسکتا، مثلاً دو رکعت فرض نماز میں فرض ہی کی نیت کی جائے گی، نفل کی نہیں۔ اسی طرح اگر فرض حج ادا کر رہے ہیں تو وہ فرض حج ہے، نفلی حج نہیں ہوسکتا۔ کیا روزے کا معاملہ بھی اسی طرح ہے؟

۲-اگر کسی شرعی عذر کے باعث کسی خاتون کے ذمے کئی ماہ کے روزے ہوں اور ان کی ادایگی کے لیے کوشاں بھی ہو، لیکن وہ شوال اور ذوالحجہ کے نفلی روزوں کا ثواب بھی لینا چاہے تو اس کے لیے کیا حکم ہوگا؟ رمضان کے قضا روزے اگر تسلسل کے ساتھ رکھنا مشکل ہو، اور کوئی خاتون یہ معمول بنالے کہ وہ ہر پیر اور جمعرات کو روزہ رکھ کر اپنے ذمے فرض روزوں کو ادا کرے گی، تو کیا ان دو دنوں کی نسبت سے اس کو سنت پر عمل کا ثواب بھی ملے گا؟

ج: آپ کے سوالات کے مختصر جوابات حسب ذیل ہیں:

۱-شرعی عذر کی بنا پر ماہِ رمضان کے جو روزے چھوٹ گئے ہوں، ان کی فوری قضا لازم نہیں، اگرچہ مستحسن یہی ہے کہ جلد رکھ کر اس فرض سے سبکدوشی حاصل کرلی جائے، کیونکہ انسان کو زندگی کے اگلے لمحے کا کچھ پتا نہیں۔ پھر یہ کہ نیکیوں کے حصول میں پہل کرنے اور عجلت سے کام

لینے کا حکم دیا گیا ہے (فاستبقوا الخیرات)۔ لیکن اگر کسی وجہ سے یہ روزے فوری نہ رکھے جاسکیں تو تاخیر سے گناہ لازم نہیں آتا۔ اس لیے قضا روزے رکھنے سے پہلے دیگر نفلی روزے (جیسے شوال کے چھے روزے وغیرہ) بھی رکھے جاسکتے ہیں۔ صحیحین (بخاری و مسلم) میں حضرت عائشہؓ کا یہ قول ملتا ہے کہ میرے ذمے رمضان کے قضا روزے ہوتے تھے اور میں وہ شعبان ہی میں رکھ پاتی تھی، حالانکہ قرین قیاس یہ ہے کہ آپ سال کے دوران میں دیگر نفلی روزے بھی رکھتی تھیں۔ حافظ ابن حجر اس روایت کی شرح میں کہتے ہیں: اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ کسی مجبوری اور عذر کی بنا پر یا اس کے بغیر بھی آیندہ رمضان تک روزوں کی قضا کو مؤخر کیا جاسکتا ہے (فتح الباری، ج۴، ص۲۳۹، حدیث ۱۹۵۰)۔ (مزید تفصیل کے لیے دیکھیے عالمی ترجمان القرآن، جولائی ۲۰۱۲ء)

۲- اصل تو یہ ہے کہ عبادات کو الگ الگ ادا کیا جائے، لیکن اگر ایک عمل سے دو طرح کی عبادات کی ادایگی کی بیک وقت نیت کی جائے، تو اس بارے میں فقہا کی رائے مختلف ہے۔ حنفی فقہا کے ہاں ایک ہی عمل میں فرض اور نفل عبادت کو جمع نہیں کیا جاسکتا، البتہ دو نفل عبادات کی نیت ایک عمل میں کی جاسکتی ہے، جیسے اگر کسی نے دو رکعت نماز تحیۃ المسجد اور ساتھ ہی فجر کی سنت کی نیت سے پڑھا ہے تو دونوں ادا ہو جائیں گی۔ شافعی فقہا کے نزدیک فرض نماز اور تحیۃ المسجد ایک ہی نیت سے ایک ہی عمل میں ادا کی جاسکتی ہیں۔ اس کی تفصیل میں وہ کہتے ہیں کہ اگر ایک عبادت مقصود بالذات نہ ہو تو اسے دوسری عبادت کے ضمن میں ادا کیا اور دونوں کو ایک ہی عمل میں جمع کیا جاسکتا ہے، جیسے مذکورہ مثال میں تحیۃ المسجد مقصود بالذات نہیں، بلکہ اصل مقصد اس وقت اور مقام کو نماز کے عمل سے معمور کرنا ہے۔ اس لیے وہ دوسری مقصود بالذات عبادت کے ضمن میں ادا کی جاسکتی ہے۔ لیکن اگر دونوں عبادتیں اور اعمال مقصود بالذات قسم کے ہوں تو انھیں ایک ہی عمل میں جمع نہیں کیا جاسکتا۔ (الموسوعۃ الفقیھۃ، کویت، ج۱۲، ص۲۴، ج۴۲، ص۹۱، بحوالہ متعدد کتب حنفیہ و شافعیہ)

ہمارے نزدیک، اگر ان اقوال کو سامنے رکھا جائے تو پیر اور جمعرات، نیز شوال کے چھے روزوں کی بھی یہی صورت بنتی ہے کہ وہ (بقول شافعیہ) مقصود بالذات کی قبیل سے نہیں بلکہ مقصد ان ایام اور اوقات کو روزے سے آباد کرنا ہے۔ اس لیے اگر قضا روزے انھی دنوں میں رکھے جائیں تو اُمید ہے کہ قضا روزوں کی تکمیل کے ساتھ ساتھ ضمنی طور پر پیر اور جمعرات اور شوال کے

روزوں کی فضیلت بھی ان شاء اللہ حاصل ہوجائے گی۔ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کی شانِ کریمی و فیاضی سے یہی اُمید رکھنی چاہیے۔ وہ اپنے بندے کے ساتھ اس کی نیت و ارادے، تڑپ اور لگن کے مطابق برتاؤ کرتا ہے۔ (ڈاکٹر عبدالحی ابڑو)

## گذشتہ برسوں کی زکوٰۃ اور دورانِ سفر قضا نماز کی ادایگی

س: ۱- ایک خاتون کچھ زیورات کی گذشتہ تین برس کی زکوٰۃ ادا کرنا چاہتی ہیں۔ کیا وہ تینوں سالوں کی زکوٰۃ کا حساب موجودہ مارکیٹ کے نرخ کے مطابق کریں گی یا گذشتہ دوسالوں کے لیے اُس وقت کے نرخ معلوم کر کے زکوٰۃ ادا کریں گی؟

۲- دورانِ سفر کسی شخص کی نماز قضا ہوگئی۔ طویل سفر کے باعث نماز قصر تھی۔ منزل پر پہنچ جانے کے بعد وہ اس نماز کی قضا قصر پڑھے گا یا پوری نماز پڑھی جائے گی؟

ج: ۱- سونے چاندی اور ان کے زیورات کی جن کی برسوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کی جاسکی اور اب ادا کرنے کا ارادہ ہے، تو اُس وقت کا نرخ معلوم کر کے اس کے لحاظ سے ادایگی کی جائے، موجودہ نرخ کے مطابق نہیں۔ اس لیے کہ ان برسوں کی زکوٰۃ تب واجب ہوئی تھی، نہ کہ آج۔

۲- دورانِ سفر جو نماز رہ گئی، منزل پر پہنچ جانے کے بعد اس کی قضا بھی قصر ہی ہوگی، پوری نماز نہیں پڑھی جائے گی۔ جس طرح اگر اپنے شہر میں مقیم ہونے کے دوران میں جو نماز قضا ہوجائے، اگر دورانِ سفر اس کی قضا پڑھی جائے تو وہ پوری پڑھنی ہوتی ہے۔ (ڈاکٹر عبدالحی ابڑو)

---

# کتاب نما

۲-مجلّہ **صحیفہ**، ۵۰ سالہ اشاریہ، مجلس ترقی ادب، ۲-کلب روڈ، لاہور۔ صفحات: ۴۸۷۔ قیمت: ۵۰۰ روپے۔ ۲-اشاریہ ششماہی **علوم القرآن**، علی گڑھ (۱۹۸۵ء-۲۰۱۰ء)۔ صفحات: ۴۰۔ قیمت: ۶۰ روپے۔ ۳-اشاریہ ماہنامہ **الرحیم**، سندھ یونی ورسٹی، جام شورو۔ صفحات: ۲۱۴۔ قیمت: ۴۰۰ روپے۔ ۴-اشاریہ ماہنامہ **الحق**، دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک۔ صفحات: ۴۹۸۔ قیمت: ۶۰۰ روپے۔ ۵-**اشاریہ** ماہنامہ **القاسم** (مئی ۱۹۹۸ء تا دسمبر ۲۰۱۰ء)، جامعہ ابوہریرہ برانچ پوسٹ آفس خالق آباد، ضلع نوشہرہ۔ صفحات: ۲۱۸۔ قیمت: درج نہیں۔ ۶-اشاریہ ماہنامہ **حق چاریار**، متصل جامع مسجد میاں برکت علی، ذیلدار پارک، اچھرہ، لاہور۔ صفحات: ۱۷۹، قیمت: درج نہیں۔

لکھنے پڑھنے والوں کو کسی خاص موضوع پر کتابوں اور مضامین کی تلاش میں بالعموم دقت پیش آتی ہے، مثلاً ترجمان میں پروفیسر نجم الدین اربکان پر پروفیسر خورشید احمد کا مضمون چھپا تھا؟ کب؟ یا صحیفہ میں ڈاکٹر وحید قریشی کے چند مضامین چھپے تھے؟ کن کن شماروں میں؟ یا قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے فیصلے کا ذکر رسالہ الحق میں آیا تھا؟ کس ماہ و سال کی بات ہے؟ ___ فوری طور پر ایسے سوالات کے صحیح جواب کوئی بھی نہیں دے سکتا۔ بسا اوقات اُن رسائل کے مدیرانِ کرام بھی فوری جواب دینے سے قاصر رہتے ہیں۔ ہاں، اگر متعلقہ رسائل کے اشاریے بن چکے ہوں تو صحیح جواب مل سکتا ہے ___ کسی خاص تحریر کو تلاش کرنے کے لیے اشاریوں کی یہ افادیت اور اہمیت مسلّمہ ہے اور اسی لیے علمی دنیا میں اشاریہ، ایک بنیادی ذریعۂ تحقیق (tool) کی حیثیت رکھتا ہے۔

ترجمان کے انھی صفحات میں متعدد رسائل و جرائد کے مطبوعہ اشاریوں پر تبصرے شائع ہوتے رہے ہیں۔ محمد شاہد حنیف ہر سال عالمی ترجمان القرآن کے ۱۲ مہینوں کا موضوع وار اشاریہ تیار کرتے ہیں جو قارئین کو عندالطلب مہیا کیا جاتا ہے۔

موصوف نے حالیہ برسوں میں متعدد رسائل و جرائد کے چھوٹے بڑے اشاریے تیار کیے ہیں، مثلاً: حکمت قرآن (لاہور)، منہاج (لاہور)، ادبیات (لاہور)، میثاق (لاہور)، لولاک (ملتان)، انشاء (کراچی)، اقبالیات (لاہور)، اقبالیات (سری نگر)، اقبال ریویو (حیدرآباد دکن)۔ بعض رسائل کی اشاریہ سازی میں محمد سمیع الرحمٰن اور محمد زاہد حنیف نے ان کی معاونت کی ہے۔

ہر اشاریے کے آغاز میں متعلقہ رسالے کا مختصر تعارف شامل ہے اور اشاریے سے استفادہ کرنے کا طریقہ بھی واضح کیا گیا ہے۔ الحق اور صحیفہ کے اشاریے نسبتاً ضخیم ہیں۔ اس ضخامت کی ایک وجہ حوالوں کی تکرار بھی ہے۔ مذکورہ کتابوں میں تین طرح کے اشاریے بنائے گئے ہیں: ۱-شمارہ وار ۲-موضوعاتی اور ۳-مصنف وار۔ ہمارے خیال میں اشاریہ مصنف وار اور موضوع وار ہوتو کافی ہے۔ اگر موضوع وار ہے تو آخر میں اشاریہ مصنفین (+مترجمین+مبصرین) بنادیا جائے۔

جملہ اشاریوں کے مرتب محمد شاہد حنیف داد کے مستحق ہیں کہ انھوں نے بڑا کام انجام دیا ہے۔ ان کے اشاریہ سازی کے اسلوب اور طریقہ کار پر کہیں کہیں اختلاف ہوسکتا ہے (ہمیں بھی ہے) لیکن ان کی محنت بہرصورت قابلِ داد ہے۔ ان اشاریوں کی افادیت لکھنے پڑھنے والوں اور تحقیق کاروں، یونی ورسٹی کے اساتذہ اور تحقیقی مقالہ نگاروں کے لیے ہے۔ اس لیے ہر لائبریری کو کوشش اور اہتمام کر کے یہ سارے اشاریے اپنے ہاں محفوظ رکھنے چاہییں۔ جن اداروں نے یہ اشاریے تیار کرائے ہیں اگر وہ انھیں انٹرنیٹ پر بھی دے دیں تو خلقِ خدا کو فائدہ اور انھیں ثواب ملے گا۔ (رفیع الدین ہاشمی)

سہ ماہی **التفسیر** کراچی، (شخصیات نمبر)، مدیراعلیٰ: پروفیسر ڈاکٹر محمد شکیل اوج۔ مجلس التفسیر، بی-۳، اسٹاف ٹاؤن، یونی ورسٹی کیمپس، جامعہ کراچی، کراچی۔ صفحات: ۶۰۲۔ قیمت: ۳۰۰ روپے۔

زیرنظر خاص نمبر، ماضی بعید اور ماضی قریب کی ۳۵ مسلم شخصیات کے علمی اور فکری کارناموں پر مشتمل ہے، ہر شخصیت پر ایک مقالہ۔ عالمِ اسلام کی ان مایہ ناز شخصیتوں میں سے، ماسوا امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور علامہ محمد حسین طباطبائی، باقی تمام کا تعلق برعظیم پاک و ہند سے ہے۔ ان مقالات کی تحریک سہ ماہی التفسیر کے مدیراعلیٰ نے کی تھی۔ بیش تر مقالے ان کے متعلّمین کی قلمی کاوشوں کا نتیجہ ہیں۔ جو کمی رہ گئی، اسے اَوج صاحب کی فرمایش اور تدبیر سے ان کے حلقۂ علم و دانش کے

احباب نے پورا کر دیا۔

مقالات کا مرکزی موضوع اسلامی نشاتِ ثانیہ ہے مگر اس سلسلے میں سیّد جمال الدین افغانی، سیّد قطب، علی شریعتی اور روح اللہ خمینی پر کوئی مقالہ شامل نہیں ہوسکا۔ اس کی وجہ شاید 'صفحات کی تنگ دامنی' ہو، تاہم اُمید ہے جلد دوم میں مذکورہ شخصیات پر بھی مضامین لکھوا کر شامل کیے جائیں گے۔

چند شخصیات ایسی ہیں جو نسبتاً غیر معروف ہیں اور ان کے بارے میں زیادہ لوازمہ نہیں ملتا، جیسے قاضی بدر الدولہ (۱۷۹۲ء-۱۸۶۳ء) جو جنوبی ہند کے ایک معزز اور مشہور خاندان نوائط سے تعلّق رکھتے تھے۔ حدیث، سیرت اور فقہ پر عربی فارسی اور اُردو میں ۵۳ کتابیں ان سے یادگار ہیں۔ اسی طرح مولانا عبدالرؤف دانا پوری (۱۸۷۳ء-۱۹۴۸ء) جو اپنی بلند پایہ کتاب الصحّ والسیر کے حوالے سے پہچانے جاتے ہیں۔ یا صوفی عبدالحمید سواتی (۱۹۱۷ء-۲۰۰۸ء) جنھوں نے معالم العرفان فی دروس القرآن کے نام سے ۲۰ جلدوں میں تفسیر قرآن شائع کی۔ وہ اپنی تفسیر میں شاہ ولی اللہ اور عبیداللہ سندھی سے متاثر نظر آتے ہیں۔

بعض مقالات نسبتاً زیادہ محنت سے لکھے گئے ہیں، جیسے ڈاکٹر محمد رفیع الدین پر انجینیر نوید احمد کا مقالہ یا سید ابوالاعلیٰ مودودی پر محمد شکیل صدیقی صاحب کا مقالہ، مگر محمد اسد پر سیّد محمد کاشف کا مقالہ مختصر اور تشنہ محسوس ہوتا ہے۔ اسی طرح ڈاکٹر محمد حمیداللہ جیسی نابغۂ روزگار شخصیت پر مضمون بھی بھرپور اور جامع نہیں ہے۔ اس سے ان کے حالات کا تو کچھ اندازہ ہوتا ہے لیکن ان کے علمی کارناموں کا خاطر خواہ تعارف سامنے نہیں آسکا۔

غالباً ہائر ایجوکیشن کمیشن کے ضابطے کے مطابق، انگریزی میں ہر مضمون کا خلاصہ بھی شامل ہے۔ بحیثیت مجموعی زیرنظر نمبر ایک بہت عمدہ، اچھی اور کامیاب پیش کش ہے اور مدیر اعلیٰ اور مدیرانِ معاون مبارک باد کے مستحق ہیں۔ کچھ وقفے کے بعد اور مناسب تیاری کے ساتھ رسالے کا شخصیات نمبر دوم (اور اگر ہوسکے تو حصّہ سوم بھی) پیش کیا جائے تو یہ ایک بڑی علمی خدمت ہوگی۔ (رفیع الدین ہاشمی)

**افکارِ رمضان**، حسن البنا شہید، ترجمہ: ظہیرالدین بھٹی۔ ناشر: البدر پبلی کیشنز، ۲۳-راحت مارکیٹ، اُردو بازار، لاہور۔ فون: ۳۷۲۲۵۰۳۰۔ صفحات: ۲۱۶۔ قیمت: ۱۶۰ روپے۔

امام حسن البنا شہیدؒ کے بارے میں یہ تاثر بھی پایا جاتا ہے کہ وہ ایک کامیاب داعی اور

مردم ساز شخصیت تھے، اس لیے آپ نے کتابیں نہیں لکھیں سوائے چند یادداشتوں اور رسالوں کے۔ حقیقت یہ ہے کہ امام البنا کا علمی ورثہ ہزارہا صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ وہ مضامین ہیں جو رشید رضا کے رسالے المنار، محبّ الدین الخطیب کے مجلّے الفتح، مجلہ اخوان المسلمون، النذیر، الاعتصام اور الشہاب نامی رسائل میں شائع ہوتے رہے۔ اس علمی ورثے کو یک جا کرنے، مرتب کرنے اور دیگر زبانوں میں ترجمہ کر کے پھیلانے کی ضرورت ہے۔ یہ جہاں امام البنا کے افکار کو عام کرنے کا ذریعہ ہوگا وہاں اسلامی تحریک کے لیے مفید فکری رہنمائی کا سامان بھی ہوگا۔

افکارِ رمضان رمضان کے موضوع پر امام البنا کے مضامین کا اُردو ترجمہ ہے جنھیں خواطر رمضانیہ کے نام سے مصر میں عربی میں شائع کیا گیا تھا۔ امام البنا کے ان مضامین میں رمضان المبارک کے مختلف پہلوؤں کو ایک منفرد انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ یہ جہاں تزکیۂ نفس کا سامان ہے وہاں قرآن سے حقیقی تعلّق اور رمضان کے عملی تقاضوں کے لیے رہنمائی بھی ہے۔ روزہ شکنی کے مرتکب اور ماہِ صیام سے غفلت برتنے والوں کے لیے شفقت بھرا پیغام ہے۔ عصرحاضر کے مسائل اور رمضان اور دیگر متفرق موضوعات زیربحث آئے ہیں۔ 'فقہ صیام' کے تحت روزے کے مختلف مسائل اور ان کی حکمتیں بھی بیان کردی گئی ہیں۔ امام البنا نے اُمت کو پوری دل سوزی سے اس طرف متوجہ کیا ہے کہ ماہِ رمضان کا خیرمقدم رب سے تعلّق کو مضبوط کر کے اور اللہ سے اپنے کیے گئے عہدو پیمان کی تجدید سے کرے۔ یہ جہاں حصولِ تقویٰ کا ذریعہ ہوگا وہاں اُمت کے مصائب کے خاتمے اور سربلندی کا سبب بھی بنے گا۔ البدر پبلی کیشنز اس مفید کاوش پر مبارک باد کا مستحق ہے۔ (عمران ظہور غازی)

**Living in Allah's Presence** [اللہ کو حاضرو ناظر مانتے ہوئے زندگی گزارنا]، عبدالرشید صدیقی۔ ناشر: اسلامک فاؤنڈیشن، لسٹر (برطانیہ)، تقسیم کار: Kube پبلشنگ لمیٹڈ۔ فون: ۲۴۹۲۳۰-۱۵۳۰-۰۰۴۴۔ ای-میل: info@kubepublishing.com

اسلامک فاؤنڈیشن لسٹر کے رفیق عبدالرشید صدیقی نے اس سے پہلے *Lift up Your Hearts!* کے نام سے دوجلدوں میں جمعہ کے ۵۲ خطبات پیش کیے ہیں۔ وہ تین عشروں سے، پہلے یونی ورسٹی آف لسٹر کی مسجد میں اور وہاں سے ریٹائر ہوکر اب اسلامک فاؤنڈیشن لسٹر کی مسجد میں

جمعہ کا خطبہ دیتے ہیں۔ یہ ۲۵ خطبات دوسرے دور کا انتخاب ہیں۔ تزکیۂ نفس کی ذیل میں نیت، اخلاص، تقویٰ، یقین، توکل، تواضع، استقامت اور حکمت جیسے موضوعات لیے گئے ہیں۔ کچھ دوسرے موضوعات: صبر، شکر، دعا، خشوع فی الصلوٰۃ، حسنِ خلق، حیا، امر بالمعروف نہی عن المنکر۔ خطیب محترم نے خطبہ دینے والوں کو کچھ گُر کی باتیں بھی بتائی ہیں اور کتاب کے آخر میں عربی میں خطبۂ ثانی (مع انگریزی ترجمہ) اور خطبۂ اوّل کی ابتدا عربی میں (مع انگریزی ترجمہ)، جس کے بعد انگریزی خطبہ پڑھا جائے گا، یا خطیب اس کے نکات اپنی زبان میں ادا کرے گا۔

ہر موضوع کے نظری اور عملی پہلوؤں کو قرآن و حدیث کی روشنی میں مؤثر انداز سے بیان کیا گیا ہے۔ پاکستان میں ان کی افادیت ان اہم تربیتی موضوعات پر مختصر، مؤثر، مستند تحریروں کی ہے، جو جامعات، کالجوں اور اسکولوں کے مجلّات، اخبارات کے مذہبی کالموں اور جمعہ ایڈیشنوں میں کام آسکتے ہیں۔ یہ ان تک پہنچیں کیسے؟ ای میل کو کام میں لائیں۔ (مسلم سجاد)

**بہت رُسوا ہوئے ہم تارکِ قرآں ہوکر**، تالیف: ڈاکٹر امیر فیاض پیرخیل۔ ناشر: شعیب سنز اینڈ بک سیلرز، جی ٹی روڈ، مینگورہ، سوات۔ فون: ۰۳۰۳-۸۹۲۸۲۳۹۔ صفحات: ۳۸۴۔ قیمت: ۳۰۰ روپے۔

ڈاکٹر امیر فیاض کی یہ تازہ کتاب ہے۔ اس سے پہلے ان کی نو کتب شائع ہوچکی ہیں جو قرآن کے ساتھ محبت اور تعلّق استوار کرنے والی ہیں۔ اس میں ۴۰ موضوعات پر اظہارِ خیال کیا گیا ہے۔ گویا یہ ایک گلدستہ ہے جس کی خوشبو سے قرآن سے شیفتگی، ذوق و شوق اور محبت و تعلّق کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

یہ غیرملکی مشاہیر کے مضامین اور قرآن کی تعلیمات سے متاثر ہوکر دائرۂ اسلام میں داخل ہونے والوں کا دل نواز اور خوب صورت تذکرہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مغرب اور مغربی تہذیب کا مقابلہ قرآن کے بغیر نہیں کیا جاسکتا۔ موجودہ دور میں روشن خیالی کے نام نہاد علَم برداروں کے لیے فکرانگیز واقعات جمع کر کے قرآن کے ساتھ جوڑنے کے لیے یہ اہم کاوش ہے۔ مولانا حالی، ماہرالقادری اور اقبال کے اشعار جابجا نگینے کی طرح جڑے ہیں اور اثر آفرینی میں اضافہ کرتے نظر آتے ہیں۔ قرآن کے ساتھ وابستہ کرنے اور اس کا ذوق وشوق پیدا کرنے میں یہ کتاب بہت معاون ہے۔ قرآن کے حوالے سے کام کرنے والوں کے لیے ایک رہنما کتاب۔ (عمران ظہور غازی)

**اذانِ اقبال**، پروفیسر خیال آفاقی، مرتب: پروفیسر مقصود پرویز۔ ناشر: مکتبہ المنیرہ، بی-۲۰۲، نوید آرکیڈ، آصف نگر، دستگیر نمبر۹، ایف بی ایریا، کراچی-۷۵۹۵۰۔ صفحات: ۲۸۸۔ قیمت: ۵۰۰ روپے۔

علامہ اقبال کی شاعری اور فلسفہ اتنا پُرکشش ہے کہ آج تک اس کی تفہیم کا کام جاری ہے۔ نئے نئے زاویوں سے فکرِ اقبال کا جائزہ لیا جا رہا ہے اور ان کے شاعرانہ کمالات، شعری خصوصیات اور ان کے کلام کی فنی باریکیوں پر توجہ دی جا رہی ہے۔ دنیا کی تقریباً تمام بڑی زبانوں میں کلامِ اقبال کے تراجم ہو رہے ہیں۔ ان کی فکری گہرائی اور وسعت پر علمی کانفرنسیں ہو رہی ہیں۔ اقبال صدی کے موقع پر اور اس کے بعد مختلف جامعات میں اقبال پر متعدد تحقیقی مقالے لکھے گئے اور یہ سلسلہ جاری ہے۔ زیرتبصرہ کتاب اذانِ اقبال مصنف کی ۲۹ عنوانات پر کراچی میں قائم بزمِ اقبال کے نیازمندوں کے حضور 'اقبال نشستوں' میں گفتگوؤں کا مجموعہ ہے۔ انھوں نے ہر موضوع پر اپنے موقف کی تائید میں اقبال کی نظم اور نثر سے استشہاد کیا ہے۔ مرتب پروفیسر مقصود پرویز نے لکھا ہے کہ پروفیسر خیال آفاقی کو اقبال سے ایسا روحانی تعلّق ہے جیسا خود اقبال کو مولانا روم سے تھا۔ (ص ۶)

مصنف نے جن ۲۰ عنوانات پر گفتگو کی ہے ان میں سے چند ایک یہ ہیں: 'لب پہ آتی ہے دعا'۔ لفظیاتِ اقبال، اقبال ترانہ، اقبال بت شکن، مشاہدات و مکالماتِ اقبال، آخری انیسواں عنوان 'اقبال کے حضور' مصنف کا اقبال کے حضور منظوم خراجِ عقیدت ہے۔ اقبال کی نظم 'لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری' کے بارے میں مصنف کہتے ہیں کہ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ نظم صرف بچوں کے لیے ہے، جب کہ ان کے خیال میں یہ نظم ہر آدمی کے لیے دستور کردار کی حیثیت رکھتی ہے (ص ۷)۔ 'اقبال' کے عنوان سے نہایت پُرمغز، بصیرت افروز اور حقیقت پسندانہ گفتگو ہے۔ کہتے ہیں کہ اقبال نے اپنی فکر اور شاعری سے اُردو ادب میں ایک ایسا انقلاب پیدا کر دیا جس کی نظیر کسی دوسرے ادب میں ملنی مشکل ہے۔ اقبال نے اپنے دور کی شاعری سے قطعی مختلف لب و لہجے میں اس انداز سے بات کی جیسے کوئی صحرا میں اذان دے۔ اقبال کی شاعری اور فکری بلندیوں کو کوئی دوسرا شاعر نہیں پہنچتا۔ آپ روایت پسندوں کی مخالفت کے باوجود اپنی لَے میں نغمہ سرائی کرتے رہے۔ اقبال عمل کے شاعر تھے، انھیں ہر وہ بات ناپسند تھی جس پر عمل نہ کیا جائے۔ (ص ۱۷)

مصنف کا اسلوبِ بیان شگفتہ، دل نشین اور موثر ہے۔ وہ فکرِ اقبال کی گتھیاں سلجھاتے ہیں

اور نئی نسل کو اقبال کا پیغامِ عمل عطا کرتے ہیں۔ امید ہے کہ علامہ اقبال کا فکر بلند اور ان کا نورِ بصیرت عام کرنے میں اس کتاب کو کامیابی حاصل ہوگی۔ (محمد ظفر حجازی)

**نبویؐ دلائل و امثال**، محمد جلیل خان۔ ناشر: اسلامک پبلی کیشنز، منصورہ، ملتان روڈ، لاہور۔ فون: ۰۴۲-۳۵۴۱۷۰۷۴۔ صفحات ۱۷۳۔ قیمت: ۲۰۰ روپے۔

عام طور سے احادیث کی تشریح کی ضرورت نہیں ہوتی، خود ہی واضح ہوتی ہیں۔ ۱۷۳ صفحے کی اس کتاب میں ایک ترتیب سے اہم موضوعات پر ۱۰۲ احادیث پیش کی گئی ہیں۔ عربی متن ایک کالم میں، سامنے دوسرے کالم میں ترجمہ، پڑھنے میں، سمجھنے میں آسانی، تشریح بہت مختصر، اکثر نصف صفحے کی۔ صفحے سے زیادہ شاید ہی کوئی ہو۔ احادیث ڈیڑھ ڈیڑھ صفحے کی بھی ہیں۔ سات ابواب میں سے چند: علم نافع، مآل کار، حلال وحرام، فہم دین۔ وجہِ انتخاب اس کا دلیل یا مثال ہونا ہے۔ محمد جلیل خان نے اس سے پہلے قرآنی دلائل و امثال مرتب کی ہے۔ اب صدیقی دلائل و امثال مرتب کر رہے ہیں، اور فاروقی، عثمانی، علوی تک کے ارادے ہیں۔ اللہ مکمل کروائے۔ افتخار بلخی کی جواہر رسالت یاد آئی۔ (مسلم سجاد)

**اے میرے لختِ جگر!** (جلد اوّل)، ابوعثمان ماسٹر عبدالرؤف۔ ناشر: الرشید پبلی کیشنز، مراد پور p/o قریشی والا، (لودھراں)۔ صفحات: ۲۹۶۔ قیمت: درج نہیں۔

کیا کتاب ہے! اشتہار میں کہا گیا: سیکڑوں کتابوں کی درس گاہ، اور سرورق پر لکھا گیا: 'ہزاروں صفحات کا نچوڑ' ایسا غلط بھی نہیں۔ مرتب ابوعثمان نے زندگی بھر جو کچھ بھی پڑھا اس میں سے کام کی باتیں نوٹ کرتے رہے۔ اب مرتب کر کے یہ مفید واقعات، معلومات، اقتباسات پیش کر دیے ہیں۔ جلد دوم کچھ نئے عنوانات کے ساتھ زیر طباعت ہے۔

کتاب کا کینوس اتنا وسیع ہے کہ احاطہ مشکل ہے، جھلکیاں ہی دکھائی جاسکتی ہیں۔ سب سے پہلے کتاب پڑھنے کی دعا ہے، پھر ○ والدین کی قدر کیجیے ○ کتاب بہترین ساتھی ہے ○ کچھ کر لو نوجوانو! اُٹھتی جوانیاں ہیں ○ صحت مشاہیر کی نظر میں ○ نوصحت مند عادات ○ ارشاداتِ اکابر ○ اقوالِ زریں ○ آگے بڑھیے، ہر عنوان کے تحت اتنے واقعات، اتنے مؤثر انداز سے کہ لختِ جگر کو عمل کرنا ہی کرنا ہے۔

یہ کتاب صرف لختِ جگر کے لیے نہیں بلکہ 'جگر' (بلکہ نورِ چشم کہیں تو چشم) کے لیے بھی ہے۔ خود بھی سیکھیں، اور بچوں کو مناسب رہنمائی دیں۔ اساتذہ کو بھی بہت مدد مل سکتی ہے۔ نوجوانوں کو صحیح راستہ دکھانے اور اس پر چلانے کے لیے، اسکول و کالج کے مجلّے نکالنے والوں کے لیے لوازمہ ہی لوازمہ ہے۔ اخبارات کے ایڈیشن نکالنے والوں کے لیے بھی۔ غرض جو بھی نئی نسل کا خیرخواہ ہے، اسے کسی ذریعے سے کوئی بات پہنچا سکتا ہے، یہ کتاب اس کے لیے بغیر محنت کے، دوسرے کی برسوں کی محنت کا ثمر پیش کر رہی ہے۔ ہر مدیر کے میز کی ناگزیر ضرورت ہے۔ (مسلم سجاد)

## تعارف کتب

◉ **قرآنیات**، تالیف: محمود عالم صدیقی۔ ناشر: مدینۃ القرآن، جماعت اسلامی، کراچی۔ فون: ۳۴۹۱۵۳۶۱-۰۲۱۔ صفحات: ۴۸۔ قیمت: درج نہیں۔ [قرآنِ مجید کی تلاوت اور فہم کی اہمیت کے پیشِ نظر ابتدا میں مسلمان ہونے کے لیے علم کی ضرورت، 'اعجاز قرآن' کے تحت قرآن کا چیلنج اور اس کی امتیازی خصوصیات، نیز اختلاف قرأت کی نوعیت پر مولانا مودودیؒ کی تحریروں سے اقتباس دیے گئے ہیں (حوالوں کا اہتمام بھی مفید ہوتا) جو فہمِ قرآن کے لیے ترغیب کا باعث ہیں۔ اس کے علاوہ آدابِ تلاوتِ قرآن، مقاماتِ احتیاط، نیز قرآنی خصوصیات کے تحت قرآنِ مجید کے بارے میں مختلف معلومات دی گئی ہیں، مثلاً قرآنِ مجید کے اوّلین تراجم کی تاریخ، جملہ کاتبینِ وحی، کل حرکات (اعراب) قرآن، تفصیل حروفِ قرآن وغیرہ۔]

◉ **مسلمان بچے**: ان کے لیے قرآن وسنت کی روشن ہدایات، شیخ عمر فاروق، جامعہ تدبر قرآن، ۱۵-بی وحدت کالونی، لاہور۔ فون: ۳۷۸۱۰۸۴۵-۰۴۲۔ صفحات: ۲۶۴۔ قیمت: (وقف) [مرتب نے، جن کی کتابیں مشہورِ زمانہ ہیں، کسی دوست کے کہنے پر بچوں کے لیے آیات و احادیث کا ایک انتخاب مرتب کر کے شائع کر دیا ہے۔ آیات و احادیث سب انتہائی مختصر ہیں، آسانی سے یاد کی جاسکتی ہیں۔ عنوانات قائم کر کے ۵۵۸ آیات میں تقریباً سب ضروری ہدایات آگئی ہیں۔ درمیان میں احادیث بھی دی گئی ہیں۔ اس کے بعد ۵۰ آیات اور پھر ۴۰ احادیث ترجمہ اور منظوم ترجمے کے ساتھ دی گئی ہیں۔ ایک بہت مفید مجموعہ معیاری طباعت کے ساتھ دستیاب ہے اور فی سبیل اللہ ہے۔ بس گھر آ کر لینے کی شرط ہے۔ بچوں کو یہ مختصر آیات و احادیث یاد کروا دی جائیں تو زندگی بھر کے لیے ان کا سرمایہ ہوں گی اور ان کے اخلاق و کردار پر لازماً اثرات ہوں گے۔ تعمیر کردار و سیرت کے نام پر داخلے دینے والے تعلیمی اداروں اور نیٹ ورکس کے ذمہ دار ہر طالب علم تک ایک نسخہ پہنچانے کی فکر کریں۔]

◉ **نمازِ تہجد**، خلیل الرحمٰن چشتی۔ ملنے کا پتا: مکتبہ تحریکِ محنت، جی ٹی روڈ، واہ کینٹ۔ فون: ۴۵۳۵۳۳۴-۰۵۱۔ صفحات: ۸۷۔ قیمت: ۱۰۰ روپے۔ [نمازِ تہجد کی کیا اہمیت ہے؟ بقول مؤلف: ایک مسنون عبادت، وسیلۂ تقرب، جذبۂ تشکر، احساسِ عبدیت، نصابِ قیادت، مجلس تفقہ و تدبر اور ایک روحانی تربیت گاہ۔ تہجد کے لیے اصولی

ہدایات اور فقہی پہلو، نبی کریمؐ کا تہجد کا معمول اور طریقہ، تہجد سے اسلامی قیادت کی تیاری و تقاضے، ذکر اذکار اور دعائیں، تزکیہ و تربیت اور تقربِ الٰہی کے مختلف طریقے اختصار و جامعیت سے بیان کیے گئے ہیں۔]

◉ **طہارت سے نماز تک روحانی اور طبی فوائد**، ڈاکٹر امیر فیاض پیر خیل۔ ملنے کا پتا: شعیب سنز پبلشرز، جی ٹی روڈ، مینگورہ، سوات۔ صفحات: ۱۶۸۔ قیمت: ۱۵۰ روپے۔[نماز اور اس سے متعلق ساری ضروری اور اہم باتیں خصوصاً طبی فوائد بڑے خوب صورت انداز میں بیان کیے گئے ہیں۔ وضو کے اثرات، مسواک کرنے کے فائدے۔کیا خوب جملہ نقل کیا ہے: ''جب سے ہم نے مسواک کو چھوڑا ہے اس دن سے ڈینٹل سرجن کی ابتدا ہوئی ہے''۔ نماز کے روحانی اور طبی فوائد کے لیے اور اس کے مسنون طریقے جاننے کے لیے یہ نماز کے موضوع پر ایک اچھا اضافہ ہے۔]

◉ **سیدہ فاطمۃ الزہراؓ قدم بہ قدم**، مؤلف: عبداللہ فارانی۔ ناشر: زم زم پبلشرز، شاہ زیب سنٹر، نزد مقدس مسجد، اُردو بازار، کراچی۔ فون: ۰۲۱-۳۲۷۶۰۳۷۴۔ صفحات: ۲۳۴۔ قیمت: درج نہیں۔ [معروف ادیب اشتیاق احمد نے قلمی نام عبداللہ فارانی سے سیرتِ رسولؐ و صحابہؓ کا سلسلہ 'قدم بہ قدم' کے عنوان سے شروع کیا ہے۔ سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کی سیرت پر مبنی یہ کتاب بھی اسی کا تسلسل ہے۔ حضرت فاطمہؓ کی سیرت کے مختلف گوشوں کو واقعاتی انداز میں اس طرح سے بیان کیا گیا ہے کہ منظر نظروں کے سامنے آجاتا ہے اور قاری خود کو ساتھ شریک سمجھتا ہے۔ عام فہم زبان اور حوالوں کا اہتمام کتاب کی خصوصیت ہے۔ تذکرہ سیرتِ فاطمہؓ کے تحت آپؓ کی اولاد کا ذکر کرتے ہوئے امام حسینؓ کی شہادت اور واقعہ کربلا بھی بیان کیا گیا ہے۔ بچیوں اور خواتین کی تربیت کے لیے مفید کتاب۔]

◉ **ماہ نامہ ہمدرد نونہال**، مدیرِ اعلیٰ: مسعود احمد برکاتی: دفتر ہمدرد نونہال، ہمدرد ڈاک خانہ، ناظم آباد، کراچی۔ فون: ۰۲۱-۳۶۶۲۰۹۴۹۔ صفحات: ۲۷۲۔ قیمت (خاص شمارہ): ۴۵ روپے۔[گذشتہ ۶۱ برس سے باقاعدگی سے شائع ہونے والا نونہال اب تک پانچ نسلوں کی تربیت میں اپنا کردار ادا کرچکا ہے۔ حکیم سعید شہید کے مشن کے مطابق بچوں کے لیے دل چسپ، معلوماتی اور اپنی روایات کے ساتھ عصری تقاضوں کا فہم پیدا کر رہا ہے۔ جون کے خاص شمارے میں سعدیہ راشد کی کچھ باتیں رشتوں کی، اشتیاق احمد کا نیا سنسنی خیز ناول حملہ، لوئی بریل پر معلومات افزا تحریر اور مزیدار کہانیاں، نظمیں، لطیفے، نونہال اسمبلی اور بہت کچھ۔]

◉ **ماہنامہ فخر عدالت** (اشاعت خاص قاضی حسین احمد)، مدیر: ناصر اقبال مجاہد۔ ملنے کا پتا: ای/۸۷، سیٹلائٹ ٹاؤن نزد گورنمنٹ بوائز کالج، گوجرانوالہ۔ فون: ۰۳۰۰-۶۴۵۰۲۸۳۔ منشورات، منصورہ، لاہور۔ فون: ۰۴۲-۳۵۴۳۴۹۰۹۔ صفحات: ۲۰۰۔ قیمت: ۵۰۰ روپے۔[امیر جماعت اسلامی سید منور حسن کے بقول: اپنے سلف صالحین کی خدمات کو یاد رکھنا، ان کی تذکیر کرنا اور خراجِ تحسین پیش کرنا زندہ قوموں کا شیوہ اور اپنے کارکنان کی تربیت و تزکیہ کا بہترین ذریعہ ہے۔ فخر عدالت کی قاضی حسین احمد مرحوم پر اشاعت خاص اسی کا تسلسل ہے۔ قاضی صاحب کی امارت کے پانچ اَدوار کا جائزہ، احباب، اہلِ خانہ کے تاثرات، منتخب کالم، تعزیتی ریفرنسز، منظوم خراجِ تحسین، تاریخی لمحات ــــ خوب صورت سرورق، دیدہ زیب پیش کش، اور شایانِ شان اشاعت خاص!]

# مدیر کے نام

ڈاکٹر محمد شکیل ،لاہور

'انتخابی مرحلے کے بعد' (جون ۲۰۱۳ء) میں سیّد منور حسن صاحب نے حالیہ انتخابات کے حوالے سے الیکشن کمیشن کی خامیوں اور موجودہ نظامِ انتخاب کے بارے میں تحفظات کا اظہار کیا ہے۔ حالیہ انتخابات کے حوالے سے جماعت کی سیاسی حکمت عملی بظاہر ناکام معلوم ہوتی ہے۔ اس ضمن میں پہلے بڑی سیاسی جماعتوں سے ایڈجسٹمنٹ میں ناکامی، ایم ایم اے کا نہ بننا، ۲۰۰۸ء کے الیکشن کا بائیکاٹ، پی پی کے جیتنے کا خوف اور میڈیا وار میں نواز لیگ اور پی ٹی آئی کی اربوں روپے کی سرمایہ کاری چند بڑے بڑے اسباب ہیں۔ اب جماعت کو بہتر حکمت عملی کے ساتھ اگلے انتخابات کی تیاری شروع کرنی چاہیے۔

خالد محمود ،بھلوال

'تحریکِ اسلامی اور اجتماعی تبدیلی' (جون ۲۰۱۳ء) اہم مقالہ ہے جس میں اقامتِ دین اور تبدیلی نظام کے لیے اسلامی تحریک کے پانچ مراحل کا تذکرہ کرنے کے ساتھ ساتھ حکمت عملی کے لیے اہم خطوط کی نشان دہی بھی کی گئی ہے۔ اسلامی تحریک کو منصوبۂ عمل اور حکمت عملی کی تیاری میں ان اُمور کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔

احمد علی محمودی ،حاصل پور

'کچھ حسن البنّاؒ کے بارے میں' (جون ۲۰۱۳ء) امام حسن البنا شہیدؒ کی بیٹی کا انٹرویو بہت پسند آیا۔ خاص طور پر خانگی معاملات، اولاد کی نگہداشت اور تربیت اور عوام الناس سے روابط کے پہلو ہر دور کی تحریکِ اسلامی کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔

خواجہ عبدالباری ،مینگورہ

'اسلام اور جنسیت' (جون ۲۰۱۳ء) میں عملِ قومِ لوطؑ کو لواطت تحریر کرنا ایک نہایت جلیل القدر پیغمبر کی شان میں نادانستہ طور پر گستاخی کے مترادف ہے۔ اگرچہ یہ غلط اصطلاح اب تک مستعمل ہے لیکن ہمیں اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔ اس کے بجاے 'ہم جنسیت' یا 'ہم جنس پرستی' کا لفظ استعمال کیا جاسکتا ہے۔

ڈاکٹر طاہر سراج ،ساہیوال

'مروجہ نظامِ تعلیم ــــــ ایک دعوتِ فکر' (مئی ۲۰۱۳ء) میں ہمارے نظامِ تعلیم کی خامیوں کا احاطہ کیا گیا ہے بلکہ اس کا حل بھی تجویز کیا ہے۔ تحریک سے تعلّق رکھنے والے ملغوبہ تعلیم پر مبنی سکول (hybrid school)

ہماری ذہنی غلامی کے عکاس ہیں۔ پنجاب میں انگلش بطور ذریعہ تعلیم اختیار کیے جانے سے طلبہ اور اساتذہ کرب کا شکار ہیں، اور تعلیم سے دل برداشتہ ہورہے ہیں۔ ہماری آیندہ نسل کو دانستہ جاہل رکھنے کا منصوبہ پورے صوبے میں جاری ہے۔ ماہرین تعلیم کی متفقہ راے ہے کہ بچہ غیرزبان میں تعلیم حاصل نہیں کرسکتا لیکن تحریکی اور غیرتحریکی حلقے مجرمانہ خاموشی اختیار کیے ہوئے ہیں۔ آج لارڈ میکالے کی روح اپنی ۱۸۳۵ء کی خواہش کو اہلِ پاکستان کے ہاتھوں پایۂ تکمیل پاتے دیکھ کر خوش ہورہی ہوگی۔ بقول ریاض زیدی ؎

واے نادانی کہ اپنے ہاتھوں سے کھودی ہے قبر ہم کہ ٹھیرے گورکن اور آپ ہی مدفن بھی ہیں

دانش یار ، لاہور

مئی کے شمارے میں 'مروجہ نظامِ تعلیم___ ایک دعوتِ فکر' میں ایک جملے پر مَیں کھٹکا: مغل بادشاہ ظہیرالدین بابر کے لیے استاد رومی خاں (م: ۱۵۳۰ء) نے توپیں تیار کیں (ص ۶۷)۔ ظہیرالدین بابر مغل نہیں تھا (وقائع بابر از محمد ظہیرالدین بابر، مترجم فارسی: عبدالرحیم خان خاناں، مترجم اُردو: یونس جعفری، حواشی و جزیات حسن بیگ، مطبوعہ شہربانو پبلشرز، ۱۷- میتھیون روڈ کریکاڈی، برطانیہ، سال اشاعت ۲۰۰۷ء)۔ یہ کتاب جناب حسن بیگ کے سخن ہاے گفتنی سے مزین ہوکر نہایت خوب صورت انداز میں چھپی ہے۔ اس کے آغاز میں ص ۷، آخری پیراگراف میں لکھا ہے: بابری اخلاف کی حکومت عام طور پر خاندانِ مغلیہ کہلاتی ہے، یہ درست نہیں کیونکہ بابر ترک تھا، اور اپنے ترک ہونے پر فخر بھی کرتا تھا۔ اس حکومت کو خاندانِ بابری کہنا چاہیے۔

---

آپ یہ سمجھتے ہیں کہ سحر سے لے کر مغرب تک کچھ نہ کھانے اور نہ پینے کا نام روزہ ہے اور بس یہی عبادت ہے۔ اس لیے روزے کی تو آپ پوری حفاظت کرتے ہیں۔ خدا کا خوف آپ کے دل میں اس قدر ہوتا ہے کہ جس چیز میں روزہ ٹوٹنے کا ذرا سا اندیشہ بھی ہو اس سے بھی آپ بچتے ہیں۔ اگر جان پر بھی بن جائے تب بھی آپ کو روزہ توڑنے میں تامّل ہوتا ہے۔ لیکن آپ یہ نہیں جانتے کہ یہ بھوکا پیاسا رہنا اصل عبادت نہیں بلکہ عبادت کی صورت ہے۔ اور یہ صورت مقرر کرنے سے مقصود یہ ہے کہ آپ کے اندر خدا کا خوف اور خدا کی محبت پیدا ہو، اور آپ کے اندر اتنی طاقت پیدا ہو جائے کہ جس چیز میں دنیا بھر کے فائدے ہوں مگر خدا ناراض نہیں ہوتا اس سے اپنے نفس پر جبر کر کے بچ سکیں، اور جس چیز میں ہر طرح کے خطرات اور نقصانات ہوں مگر خدا اس سے خوش ہوتا ہو، اس پر آپ اپنے نفس کو مجبور کر کے آمادہ کر سکیں۔ یہ طاقت اسی طرح پیدا ہو سکتی تھی کہ آپ روزے کے مقصد کو سمجھتے اور مہینہ بھر تک آپ نے خدا کے خوف اور خدا کی محبت میں اپنے نفس کو خواہشات سے روکنے اور خدا کے مطابق چلانے کی جو مشق کی ہے اس سے کام لیتے۔ مگر آپ تو رمضان کے بعد ہی اس مشق کو اور ان صفات کو جو اس مشق سے پیدا ہوتی ہیں اس طرح نکال پھینکتے ہیں جیسے کھانے کے بعد کوئی شخص حلق میں انگلی ڈال کر قے کر دے، بلکہ آپ میں سے بعض لوگ تو روزہ کھولنے کے بعد ہی دن بھر کی پرہیزگاری کو اُگل دیتے ہیں۔ پھر آپ ہی بتائیے کہ رمضان اور اس کے روزے کوئی طلسم تو نہیں کہ بس ان کی ظاہری شکل پوری کر دینے سے آپ کو وہ طاقت حاصل ہو جائے جو حقیقت میں روزے سے حاصل ہونی چاہیے۔ (خطبات)

# تعمیراتی منصوبہ عالیہ نبیل ہسپتال زیر انتظام الخدمت فاؤنڈیشن

## پی سی روڈ رواط (بھوربن) مری




محترمی ومکرمی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عالیہ نبیل ہسپتال جوالخدمت فاؤنڈیشن کا خصوصی پراجیکٹ ہے گذشتہ سال سے یونین کونسل رواط تحصیل مری اور اس کی ملحقہ آبادیوں کیلئے طبی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ ہسپتال میں ضروری تشخیص اور ہمہ وقتی ڈاکٹر کی سہولت موجود ہے۔ جدید سہولیات سے آراستہ لیبارٹری کا قیام عمل میں آچکا ہے۔ ہسپتال کی خدمات، سہولیات اور عملہ کی مستعدی کی بناء پر یہاں سے استفادہ کرنے والے مریضوں کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہورہا ہے۔ مزید سہولتیں فراہم کرنے اور مریضوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر ہسپتال کے دوسرے فیز کے تعمیراتی کام کا فوری آغاز ضروری ہے۔ اس فیز میں جدید ترین سہولت سے آراستہ ایمرجنسی وارڈ، جنرل وارڈ، میٹرنٹی ہوم اور دوسرے شعبہ جات کا منصوبہ شامل ہے۔ اس منصوبے پر پانچ کروڑ روپے کے اخراجات کا تخمینہ ہے۔ یہ ہسپتال علاقے کا جدید ترین رفاہی ہسپتال ہو گا۔ جس میں انشاءاللہ تمام ضروری سہولیات دستیاب ہوں گی۔

**ہسپتال میں زکوۃ کے مریضوں کا علاج مفت کیا جاتا ہے لہٰذا تعاون کرتے وقت**

**زکوۃ اور صدقات کے مد کی وضاحت ضرور فرمائیں**

**تمام اہل خیر اور تحریکی احباب سے خصوصی تعاون کی اپیل ہے۔**

**الداعی الی الخیر**

حاجی غلام قادر عباسی

(سابق ڈائریکٹر دختران اسلام اکیڈمی بانسرہ گلی مری)

سرپرست عالیہ نبیل الخدمت ہسپتال پی سی روڈ، رواط بھوربن مری

**آن لائن بینک اکاؤنٹ**

حبیب بینک لمیٹڈ کشمیری بازار برانچ مری

برانچ کوڈ 1968 اکاؤنٹ نمبر 7200012103

**برائے رابطہ** ساجد محمود ممبر انتظامی کمیٹی طاہر محمود عباسی ایڈمنسٹریٹر

051-3355166 موبائل نمبر: 03025157190 03215811887

# توسیعی منصوبہ الخدمت ہسپتال اورنگی ٹاؤن

## سابق ناظمِ کراچی **نعمت اللہ خان کی اپیل**

محترمی ومکرمی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الخدمت ہسپتال اورنگی ٹاؤن گذشتہ 15 سال سے ایشیا کی سب سے بڑی کچی آبادی اورنگی ٹاؤن اور اس کے ملحقہ آبادیوں، سائٹ اور بلدیہ میں لوگوں کی خدمت انجام دے رہا ہے۔ اس وقت اس ہسپتال میں میٹرنٹی ہوم، آئی فیکو سرجری، ڈینٹل کے شعبہ جات کام کر رہے ہیں نیز 26 کنسلٹنٹ اپنی خدمات انجام دیتے ہیں، علاقے کی سب سے جدید لیبارٹری موجود ہے۔ اوسطاً روزانہ پانچ سو مریض مستفید ہو رہے ہیں، مریضوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کو پیش نظر رکھتے ہوئے اور مزید سہولیات فراہم کرنے کے لئے اس کے توسیعی منصوبے کے تعمیراتی کام کا آغاز کر رہے ہیں۔ اس منصوبے پر اندازاً دس کروڑ روپے کا تخمینہ ہے۔ ان شاءاللہ تعمیر مکمل ہونے کے بعد یہ ہسپتال علاقے کا جدید ترین ہسپتال ہوگا۔ جس میں تمام سہولیات فراہم ہونگی۔

محترم خواتین وحضرات اس وقت بھی آپ کے دیے ہوئے عطیات سے خدمت انجام دے رہا ہے۔ اور مجھے امید ہے اس منصوبے کی تکمیل تک آپ کا تعاون جاری رہے گا۔ (ان شاءاللہ)

ملتمس

نعمت اللہ خان
سابق سٹی ناظم کراچی
سابق صدر الخدمت فاؤنڈیشن

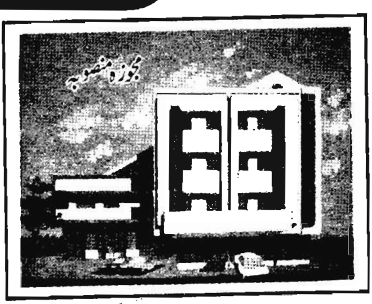
برائے رابطہ

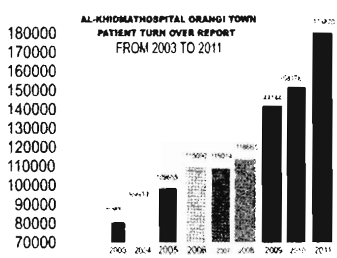
**محمد اسحاق خان**
امیر جماعت اسلامی ضلع غربی کراچی
وسرپرست اعلیٰ الخدمت ہسپتال
موبائل نمبر۔ 03332205538

**مزبر بیگ قاسمی**
نائب امیر جماعت اسلامی ضلع غربی کراچی
ونگران الخدمت ہسپتال
موبائل نمبر۔ 0301-2863828

**محمد لئیق خان**
ایڈمنسٹریٹر الخدمت ہسپتال/EX-MNA
موبائل نمبر۔ 0300-9240133

آن لائن اکاؤنٹ
نیشنل بینک آف پاکستان اورنگی
برانچ کوڈ۔ 1055 اکاؤنٹ نمبر۔ 1042-4

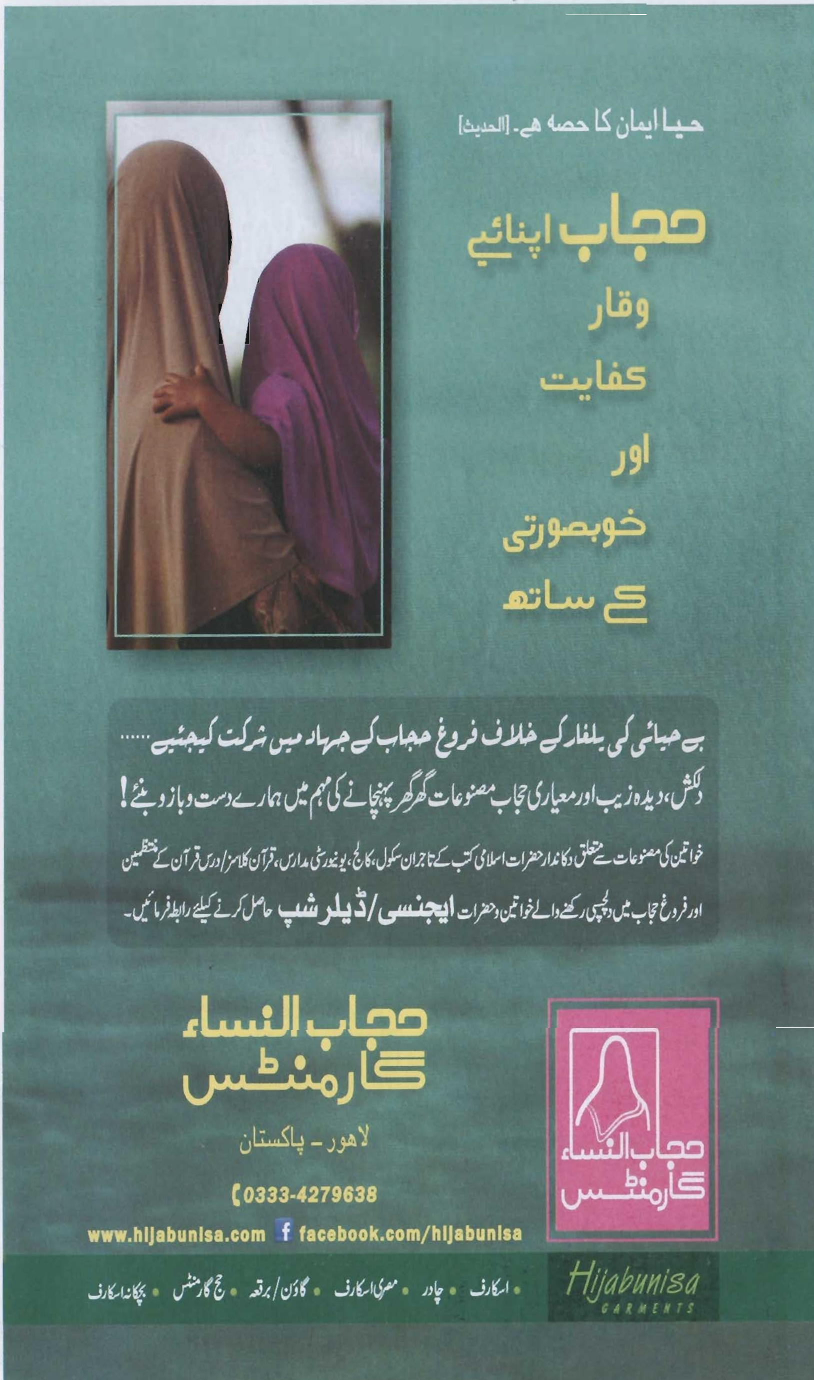



email: alkhidmathospitalorangi@gmail.com | Ph : 0213-6668893

مرزا محمد الیاس نے ارقم آفاق پرنٹر، بلال گنج سے چھپوا کر اچھرہ، لاہور سے شائع کیا۔


Plateful of Smiles
AHMED
FOODS
Tomato
Ketchup
كتشاب الطماطم
NET WT. e 1Kg (35.27 OZ.) when packed
AHMED
FOODS
Nature Produces taste AHMED Preserves It!


حیا ایمان کا حصہ ہے۔ [الحدیث]
حجاب اپنائیے
وقار
کفایت
اور
خوبصورتی
کے ساتھ
بے حیائی کی یلغار کے خلاف فروغ حجاب کی جہاد میں شرکت کیجئیے......
دلکش، دیدہ زیب اور معیاری حجاب مصنوعات گھر گھر پہنچانے کی مہم میں ہمارے دست و بازو بنئے!
خواتین کی مصنوعات سے متعلق دکاندار حضرات اسلامی کتب کے تاجران سکول، کالج، یونیورسٹی مدارس، قرآن کلاسز/درس قرآن کے منتظمین
اور فروغ حجاب میں دلچسپی رکھنے والے خواتین و حضرات ایجنسی/ڈیلر شپ حاصل کرنے کیلیے رابطہ فرمائیں۔
حجاب النساء گارمنٹس
لاہور - پاکستان
0333-4279638
www.hijabunisa.com
facebook.com/hijabunisa
حجاب النساء گارمنٹس
Hijabunisa
GARMENTS
• اسکارف • چادر • مصری اسکارف • گاؤن/برقعہ • حج گارمنٹس • بچکانہ اسکارف

# نصف پاکستان، بلوچستان میں

## صوبے کے دور دراز و پسماندہ علاقوں میں

# استقبال و استفادہ رمضان المبارک

## کے پروگرامات میں دل کھول کر معاونت فرمائیے




"ضروریات کی تفصیل"

- دورہ ہائے تفاسیر کے لئے قرآن مجید کے نسخے۔
- مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا ترجمہ قرآن (قرآن کلاسز کے لئے)
- تفسیر تفہیم القرآن چھ جلد میں (برائے اجتماعی مطالعہ قرآن)
- تین مقامات پر واش رومز، غسل خانوں کی تعمیر و مرمت۔
- افطار و سحر کے لئے پانچ سو افراد کی ضروریات۔
- مدارس کے طلبہ کو دورہ ہائے تفاسیر میں شرکت کے لئے کرایہ اور عیدی دکپڑے کا جوڑا

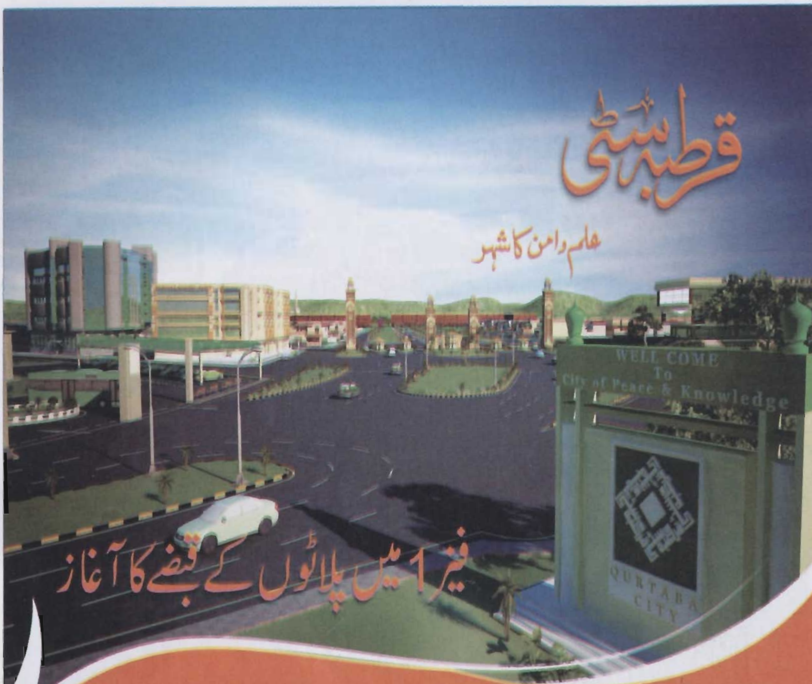
رمضان المبارک کے منصوبہ عمل کے لئے مدارس وآئمہ مساجد کا دو روزہ تربیت گاہ میں کرنے کے کام طے کئے گئے ہیں۔ ضروریات کے پورا کرنے میں آپ کی مدد فوری طور پر درکار ہیں

**اپنے عطیات برائے راست چیک، آن لائن، منی آرڈر اور بینک ڈرافٹ کے ذریعے بھجوائیں**

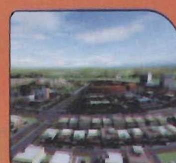
بنام: عبدالمتین اخونزادہ / عدنان نذیر موبائل: 0333 7803221 میزان بینک آن لائن اکاؤنٹ نمبر: 1101-0100454813

صوبائی دفتر جماعت اسلامی الفلاح ہاؤس الگیلانی روڈ کوئٹہ فون: 0812840358 فیکس: 0812829377

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
تم پر رمضان کا مبارک مہینہ آیا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے تم پر روزے فرض کیے ہیں۔ اس میں آسمان (یعنی جنت) کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور سرکش شیاطین باندھ دیے جاتے ہیں۔ اس میں اللہ کی طرف سے ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے۔ جو اس رات کی بھلائی سے محروم رہا وہ بس محروم ہی رہ گیا۔ (احمد، نسائی)


قرطبہ سٹی
علم وامن کا شہر
WELL COME
To
City of Peace & Knowledge
QURTABA CITY
فیز 1 میں پلاٹوں کے قبضے کا آغاز



C.P.L. 322 *Monthly* AALMI TARJUMAN - UL - QURAN LAHORE. **Ph:** 35427916 **Fax:** 35427915